

احادیث زیارت کی صحت پر ماقابل تردید دلائل

# زیارت روضہ رسول ﷺ



تألیف :

فضیلہ الشیخ محمود سعید مدوح

ترجمہ :

علامہ محمد عباس رضوی

## عالمی دعوتِ اسلامیہ

۱۔ فصیح روڈ، اسلامیہ پارک لاہور

نام کتاب ————— رفع المناره للتحریک احادیث التوسل والزيارة

تصنیف ————— شیخ محمود سعید ممدوح (دہلی)

ترجمہ کا نام ————— زیارت روضہ رسول

مترجم ————— علامہ محمد عباس رضوی (گوجرانوالہ)

مبشر مرکز تحقیقات اسلامیہ

ابتدائیہ ————— مفتی محمد خاں قادری

طابع ————— محبوب الرسول قادری

اشاعت بار اول ————— دسمبر ۱۹۹۷

ناشر ————— مرکز تحقیقات اسلامیہ

# فہرست

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
15	ابتداء	۱
16	زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ امت	۲
17	شارح مسلم امام نووی	۳
18	امام ابن ہمام حنفی	۴
28	قرآن حکیم اور مسئلہ زیارت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۵
34	علامہ ابو بکر الراغی کی گفتگو	۶
36	عموم آیت پر شیخ محمد بن صالح کا اعتراض	۷
3۱	شیخ عثمان کے اعتراض کا تجزیہ	۸
37	کلمہ "اذ" مستقبل کے لیے بھی آتا ہے۔	۹
38	وصال کے بعد آپ کے بخشش کی سفارش کرنے پر دلائل	۱۰
38	انبیاء قبور میں زندہ ہیں۔	۱۱
39	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا۔	۱۲
40	آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کو جماعت کروائی۔	۱۳
40	تمہارے برے اعمال پر میں بخشش طلب کروں گا۔	۱۴
41	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مغفرت ہر مسلمان کو حاصل ہے۔	۱۵
42	اعتبار سبب کا نہیں بلکہ عموم الفاظ کا کیا جاتا ہے۔	۱۶

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۶۲	تفاسیر اور کتب مناسک کی استدلال پر تائید	۱۷
۶۴	تمام امت کے نیک اعمال کا اجر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پار ہے ہیں۔	۱۸
۶۷	احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور زیارت نبوی۔	۱۹
۶۹	تنبیہ	۲۰
۵۱	قائدہ	۲۱
۵۶	زیارت اور اجماع امت	۲۲
۵۶	کلام آئمہ کی غلط تاویل اور اس کا رد	۲۳
۵۶	ایک لاکھ نماز کا ثواب چھوڑ کر ہزار نماز کا ثواب لینے کون جاتا ہے۔	۲۴
۵۷	کیا مسجد نبوی کی طرح مسجد اقصیٰ کا بھی قصد کیا جاتا ہے۔	۲۵
۵۹	لائقہ المرحال کا صحیح مفہوم	۲۶
۵۹	الحافظ الامام ابن حجر عسقلانی	۲۷
۶۵	امام حافظ ابو زرعة الحرقی	۲۸
۶۵	حافظ صلاح الدین قلیل بن کیسکندی العلانی۔	۲۹
۶۱	ابن تیمیہ کی سب سے بڑی دلیل کا تفصیلی رد	۳۰
۶۱	مسلمہ نحوی قاعدہ	۳۱
۶۶	حدیث سے اس معنی کی تائید	۳۲
۶۶	علامہ کرمانی	۳۳
۶۵	حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی (دفعہ اباری ۶۶/۴) میں فرماتے ہیں۔	۳۴
۶۶	روضہ اطہر کائنات کی تمام جگہوں سے افضل ہے۔	۳۵
۶۷	حضرت امام قاضی عیاض الشافعی فرماتے ہیں۔	۳۶

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
68	دوسری وجہ	۳۷
68	سفر مطلوب کے دونوں اسباب زیارت نبوی میں ہیں۔	۳۸
70	کسی جگہ کی تعظیم کے لیے سفر منع ہے۔	۳۹
70	اہم قوط	۴۰
71	تیسری وجہ	۴۱
71	امام ابن بطلال نے فرمایا	۴۲
71	امام ابوسلیمان الخطابی فرماتے ہیں۔	۴۳
73	امام نووی نے فرمایا	۴۴
73	امام ابن بطلال نے فرمایا	۴۵
73	امام نووی فرماتے ہیں	۴۶
74	امام ابو محمد بن قاسم المقدسی الحنبلی فرماتے ہیں	۴۷
75	امام الحرمین نے فرمایا۔	۴۸
75	نذر پر حمل کرنے والوں کے دلائل۔	۴۹
76	مسجد قبا میں دو رکعتیں بیت المقدس کے سفر سے افضل ہیں۔	۵۰
77	مسجد قبا دنیا کے کسی کنارے پر بھی ہوتی ہم پھر بھی زیارت کے لئے جاتے۔	۵۱
77	حضرت عمر راوی ہونے کے باوجود یہ فرما رہے ہیں۔	۵۲
78	حضرت ابو ہریرہ نے راوی ہونے کے باوجود طور کا سفر کیا۔	۵۳
80	تخریج احادیث الزیادہ	۵۴
83	انہیں مجہول قرار دینا مردود ہے	۵۵

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
83	پندرہ راویوں کی روایت کے بعد بھی جہالت	۵۶
84	راوی مستور الحال بھی نہیں	۵۷
84	ابن عبد اللہ کا جواب	۵۸
86	جواب کا تفصیلی رد	۵۹
89	حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں	۶۰
89	امام ابن حجر عسقلانی نے تعقب کرتے ہوئے فرمایا۔	۶۱
90	امام ذہبی فرماتے ہیں۔	۶۲
90	دوسری بات	۶۳
90	جن محدثین نے کہا کہ اس نے عبد اللہ بن عمر (المصغر) الحافظ ثقفی سے روایت کی ہے وہ یہ ہیں۔	۶۴
92	فصل	۶۵
92	جنہوں نے عبد اللہ بن عمر العمری المکبری سے روایت کی وہ یہ ہیں۔	۶۶
93	فصل	۶۷
97	حافظ عراقی نے فرمایا۔	۶۸
97	فصل	۶۹
98	منکر کے دو شرائط	۷۰
98	حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔	۷۱
99	فصل	۷۲
101	فصل	۷۳
102	اسے حافظ ابو علی بن السکن نے صحیح قرار دیا ہے۔	۷۴

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۵۳	فنِ حدیث سے آگاہ شخص یہ اعتراض کر ہی نہیں سکتا۔	۷۵
۱۵۴	ابن تیمیہ نے (المنہاج ۱/۱۲۲) میں کہا۔	۷۶
۱۷۷	عبداللہ بن عمر العمری کا مقام	۷۷
۱۷۸	فصل	۷۸
۱۷۸	ابن حبان جرح میں متشدد ہیں۔	۷۹
۱۱۷	اعتراض و جواب	۸۰
۱۱۳	ترک کا معنی روایت نہ لینا بھی ہے۔	۸۱
	فصل	۸۲
۱۱۵	دو وجوہ سے محلِ نظر	۸۳
۱۱۶	امام سخاوی کا اہم نوٹ۔	۸۴
	فصل	۸۵
۱۱۷	امام ابن معین کی توثیق	۸۶
	فصل	۸۷
۱۱۹	عبداللہ بن عمر العمری کی توثیق پر آئمہ محدثین کی تصریحات۔	۸۸
۱۲۱	امام ابن عدی نے (الکامل ۱/۱۴۶) میں فرمایا۔	۸۹
۱۲۳	فصل	۹۰
۱۲۳	تنبیہ	۹۱
۱۲۴	دوسری حدیث۔	۹۲
	فصل	۹۳
۱۲۶	اعتراض و جواب	۹۴
۱۲۷		

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
128	اہم نوٹ	۹۵
129	تیسری حدیث	۹۶
131	حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس حدیث کی دوسری سند	۹۷
132	چوتھی حدیث	۹۸
135	پانچویں حدیث	۹۹
136	اللہ کی مدد سے عرض کرتا ہوں۔	۱۰۰
139	تین ائمہ حدیث کا صحت حدیث پر اتفاق	۱۰۱
139	ابن تیمیہ کا رد	۱۰۲
141	چھٹی حدیث	۱۰۳
143	ساتویں حدیث	۱۰۴
147	آٹھویں حدیث	۱۰۵
150	نویں حدیث	۱۰۶
152	دسویں حدیث	۱۰۷
154	گیارہویں حدیث	۱۰۸
155	بارہویں حدیث	۱۰۹
156	تیرہویں حدیث	۱۱۰
156	چودھویں حدیث	۱۱۱
157	پندرہویں حدیث	۱۱۲
161	سولہویں حدیث	۱۱۳
162	تخریج حدیث	۱۱۴



صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۱۱۵	سترھویں حدیث	۱۱۵
۱۱۶	اٹھارویں حدیث	۱۱۶
۱۱۷	حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	۱۱۷
۱۱۸	حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	۱۱۸
۱۱۹	حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث -	۱۱۹
۱۲۰	حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص کی روایت -	۱۲۰
۱۲۱	حدیث حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت -	۱۲۱
۱۲۲	حدیث ابو الجعد الضمری کی روایت	۱۲۲
۱۲۳	حدیث وائل بن الاسقع کی روایت	۱۲۳
۱۲۴	حدیث مقدم بن معدی کرب اور حضرت ابوالعامرہ کی روایت	۱۲۴
۱۲۵	حدیث عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت -	۱۲۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## ابتدائیہ

مفتی محمد غاں قادری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد و گرامی ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا  
أَنفُسَهُمْ لَجَاءُوا اللَّهَ  
فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ  
لَهُمُ الرَّسُولَ لَوَجَدُوا  
اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا  
(النساء)

اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں  
تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
پاس آئیں پھر وہ اللہ سے  
معافی مانگیں اور رسول اللہ انکے  
لیے سفارش کر دے تو وہ اللہ کو توبہ  
قبول کرنے والا اور رحم فرماتے  
والا پائیں گے۔

اس آیت سے واضح ہے کہ بارگاہ نبوی کی حاضری ہر مسلمان کے  
لیے عظیم نعمت و فضیلت کا درجہ رکھتی ہے خواہ وہ قریب کا رہے یا دور  
بعید کا،

اسکی فضیلت و جواز پر متعدد احادیث نبوی بھی عادل شاہد ہیں مثلاً،  
من زار قبری۔ جس نے روضہ اقدس کی زیارت  
کی اس کے لئے میری شفاعت  
وجبت لہ شفاعتی ثابت ہوگی۔

صحابہ سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے تمام مفسرین، محدثین اور  
فقہاء حاضری دیتے آئے اور ہر مسلمان دلوں کی حاضری کے لئے تڑپتا اور  
دعا گو رہتا ہے مگر کچھ کچھ غہم لوگ اس کی مخالفت کرتے ہوئے کسی بات کو تسلیم

کرنے کے لئے تیار نہیں، آیت مبارکہ ان کے سامنے پڑھو تو کہہ دیں گے یہ بات صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات تک مخصوص ہے وصال کے بعد یہ حکم ختم ہو گیا حالانکہ امت کے ہر مفسر قرآن نے اس حکم کو عام تسلیم کیا اور کہا یہ ناقیامت امت مسلمہ کے لئے خوشخبری ہے،

احادیث بیان کرو تو کہیں گے یہ تمام جعلی بناوٹی اور موضوع ہیں، سب سے پہلے یہ بات شیخ ابن تیمیہ نے کہی تو ان کا رد اس وقت کے عظیم محدث امام سبکیؒ نے کہا اس موضوع پر مکمل کتاب "الشفاء السقام فی زیارة خیر الانام" تحریر کی۔ ہمارے دور میں بھی کچھ لوگوں نے زیارت کے بارے میں وارد احادیث مبارکہ پر اعتراضات اٹھائے اس کے جوابات کی اشد ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ عرب کے مشہور محدث شیخ محمود سعید حمدوح (دبی)، کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس موضوع پر لاجواب کام کر دیا، انہوں نے صرف احادیث زیارت پر ہی کام نہیں کیا بلکہ احادیث توسل یہ بھی کام کر دیا۔ انہوں نے اس اہم موضوع پر "رفع المنارة لتخریج احادیث التوسل والزیارة"، لکھ کر امت مسلمہ پر عظیم احسان کیا ہے جیسے ہی یہ کتاب مولانا حافظ عبدالکریم رضوی کے واسطے سے بندہ کو ملی اسی وقت اس کی اشاعت و ترجمہ کا ارادہ کر لیا، علامہ محمد عباس رضوی (ممبر مرکز تحقیقات اسلامیہ) سے ذکر ہوا تو انہوں نے ترجمہ کی ذمہ داری قبول فرمائی، بڑی محنت سے بہت جلد اس کا ترجمہ کر دیا بندہ نے اسے مکمل پڑھا مرحلہ کتابت کے بعد اشاعت کا وقت آپہنچا تو اپنے عظیم دوست الحاج محمد طفیل مدنی سے بات ہوئی کہ اس کی اشاعت جلدی ہوتی چاہیے۔ تاکہ اہم فریضہ کی ادائیگی ہو جائے انہوں نے شیخ وسیم الدین وحید الدین اور احمد نعمان سے رابطہ کر کے کتاب کے اہمیت واضح کی تو انہوں نے فی الفور اس کی طباعت کی ذمہ داری قبول کر لی۔

اللہ تعالیٰ مصنف، مترجم اور معاونین کی اس خدمت کو قبول فرمائے، یاد رہے، کتاب کا زیارت والا حقہ شائع کیا جا رہا ہے تو سل والا ابھی باقی ہے ترجمہ کے بعد اس کی اشاعت الگ کی جائے گی۔

نوٹ ہے:- عربی دان حضرات کے لیے ساتھ عربی متن بھی شائع کیا جا رہا ہے۔

## شیخ محمود ظہ کی چند دیگر تصانیف

یہاں شیخ محمود ظہ کی دیگر چند تصانیف کا تذکرہ بھی ضروری ہے

۱- تبنیہ المسلم الی تعدی الالبانی علی صحیح مسلم  
 شیخ ناصر الدین البانی نے حدیث پر جو کام کیا اس میں جا بجا تضادات کی نشاندہی مختلف اہل علم نے کی ہے۔ اس سلسلے میں یہاں شیخ حسن بن علی السقاف کا کام۔۔  
 تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع له فی تصحیح الاحادیث  
 و تصنیفها من أخطاء و غلطات قابل ذکر ہے وہاں شیخ محمود سعید  
 مدد درج کا کام بصورت "تبنیہ المسلم الی تعدی الالبانی علی صحیح مسلم"  
 نہایت ہی قابل داد و تحسین ہے۔

مقدمہ میں اس کتاب کی غرض و نہایت یوں تحریر کرتے ہیں:

فقد دقت علی کلام الشیخ	میں شیخ البانی کے ایسے کلام پر نگاہ
الالبانی ضعف فیہ جملة	ہو جس میں انہوں نے صحیح مسلم کی
من الاحادیث السنی فی صحیح	متعدد احادیث کو ضعیف قرار دینے
مسلم، فتکم علیہا بما یؤکد	ہوئے ایسی گفتگو کی جس سے امام مسلم کا
خطا و یثبت خروجه	کا غلطی ہو نہ اور ان اصولوں سے
علی ما قرره العلماء من صحتها	تفہن لازم آتا ہے جو علماء کے ہاں
و تلقیہا القبول المفید	مسلم اور مقبول ہیں۔ ان کا کلام

للعلم وكلامه يدعوا الى  
 التشكيك في صحيح الامام  
 مسلم وفيه من الاعراب  
 والمخالفة والتعقيب على  
 المتقدمين ما يؤم المقتربين  
 به انه استدرك على  
 الائمة المتقدمين كالبخاري  
 ومسلم فضلاً من  
 المتأخرين —————  
 وقد رأت ان السكوت  
 على هذه التعدي ضير  
 مقبول ويلحق العارف  
 به الاثم لذلك كتبت هذا  
 (التبیه) اذ قد به لعون  
 الله تعالى كل تعديہ علی  
 صحيح مسلم وقد سمعته  
 تنبيه التلم الى تعدد  
 الالباني على صحيح مسلم۔  
 (تنبيه المسلم ۱-۸)

صحيح امام مسلم کے بارے میں تشکیک  
 کی دعوت دیتا ہے اور اس میں ایسی  
 مخالفت اعراب اور متقدمین پر  
 تعقیب ہے جو دھوکہ دینے والوں  
 کو موقع فراہم کر رہی ہے کہ انہوں  
 نے بخاری و مسلم جیسے متقدمین کی  
 کمی کا ازالہ کیا ہے۔ متأخرین تو  
 کسی کھاتے میں نہیں —————  
 تو میں نے محسوس کیا کہ اس زیادتی  
 پر خاموش رہنا جائز نہیں۔ اس  
 سے آگاہ ہونے کے باوجود رو نہ  
 کرتا گناہ کا ذریعہ ہے لہذا میں  
 نے اثر کی توفیق سے البانی کے  
 زیادتیوں پر لکھا ہے اور اس کا  
 نام "تنبيه المسلم على  
 تعدد الالباني على صحيح  
 مسلم رکھا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا خوب اندازہ ہو جاتا ہے کہ شیخ موصوف  
 کی علم حدیث اور اصول حدیث پر کتنی نظر ہے ؟

۲۔ الاعلام باستحباب شد الرحال لزيارة خير الانام

اس رسالہ اور مصنف کے بارے میں فضیلۃ الشیخ عیسیٰ بن عبد اللہ بن مائع  
الحیرری مدیر عام دائرۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ دہلی تقدیم میں لکھتے ہیں:

وهذه رساله جلیلة یہ محدث فاضل محمود سعید مدوح

لمحدث الفاضل محمود کا عظیم رسالہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں

سعید مدوح جزاء اللہ من الاسلام والمسلمین

خیر الجزاء بما ینافعه اس سے سنتِ مطہرہ کا دفاع کیا

من السنة المطهرة اسماءا ہے اس کا نام انہوں نے الاعلام

والاعلام باستحباب شد الرحال لزيارة خير الانام

علیہ افضل الصلاة والسلام) رکھا ہے

اس میں انہوں نے اس موضوع پر

دلائل کا خلاصہ بیان کر دیا ہے تاکہ

فی هذا المقام وادلی بدلوہ

لیرضی حبیبہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم و

یشفی بها قلوب قوم مؤمنین

ویجہدی بها قلوب المشکین

والمکابرین بالحجة الدانعة

والدہائن الساطعة۔ (تقدیم للاعلام)

اس کتاب کا اردو ترجمہ اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے، کے نام سے  
علامہ ممتاز احمد سیدی نے کیا مرکز تحقیقات اسلامیہ نے مئی ۱۹۹۵ء میں شائع کیا۔

۳۔ وصول التہانی باشارات سفیة المبعۃ والرد علی البانی

شیخ ناصر الدین البانی نے ہاتھ میں تبیع لے کر ذکر کو بدعت قرار دیا یہ کتاب اس  
کے رو میں ہے کہ یہ عمل بدعت نہیں سنت ہے۔

۴۔ حاشیہ الترجمہ لحديث صلاة التبیع

کچھ لوگوں نے نماز تبیع کے حق میں وارد شدہ احادیث کے بارے میں کہا  
یہ احادیث قابلِ استدلال نہیں، اس موضوع پر حافظ ابن ناصر الدین دمشقی  
۸۵۷ھ نے مکمل کتاب ”الترجمہ لحديث صلاة التبیع“ تحریر فرمائی یہ کتاب کافی عرصہ  
سے نایاب تھی شیخ محمود نے اسے تلاش کیا اور اس پر نفیس حاشیہ لکھ کر اسے  
کی اشاعت کی۔

اللہ تعالیٰ انہیں مزید خدمتِ دین کی توفیق دے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خاں قادری

مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

زیارتِ قبرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

— أو —

اُمّةُ اُمّت



## ۱۔ شارحِ مسلم امام نووی

امام ابو زکریا النووی (جن کے علم و فضل پر اتفاق ہے) فرماتے ہیں :  
یہ جان لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت اہم تر بات  
اور نیکیوں اور کامیاب مساعی میں سے ہے ۔

جب حجاج اور عمرہ کرنے والے مکہ مکرمہ سے فارغ ہو کر واپس چلیں تو ان کے  
لئے مستحب ہے کہ وہ مدینہ شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ منورہ کی زیارت کی  
طرف متوجہ ہوں اور زائر کو چاہیے کہ زیارتِ تقرب کی نیت کرے اور اس کے  
طرف کجاواکس کے یعنی قصد کر کے جائے اور اس مسجدِ نبوی میں نماز کی نیت بھی  
کرے ۔ (المجموع شرح المہذب ۸۰: ۲۰۴)

اور ایسے ہی اپنی کتاب "الايضاح" میں مناسک حج کے ضمن میں فرمایا :  
جب حجاج کرام اور عمرہ کرنے والے مکہ سے فارغ ہوں تو مدینۃ الرسول صلی  
اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کی زیارت کی طرف متوجہ ہوں ۔  
کیونکہ یہ بہت زیادہ قربات اور کامیاب مساعی (کوشش) ہے اور امام بزاز اور  
داقطنی نے اپنی اپنی سند سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی  
انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

من زار قبری وجبت له شفاعتی ۔ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس  
کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی ۔

اور قیہ امت ابن حجر الحیثمی نے اس حدیث پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرمایا :  
 یہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حیات و وصال دونوں کو شامل  
 ہے اور ہر مذکور و مؤث کے لئے وہ دور سے یا قریب سے آئے ہر ایک کھانا  
 ہے اور اس حدیث سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ کی قبر کی طرف سفر  
 کے مندوب ہونے اور اس کی طرف سفر کی فضیلت کے لئے استدلال کیا گیا ہے۔

(حاشیہ الايضاح ص ۲۱۴)

## ۲۔ امام ابن الھمام حنفی

محقق علی الاطلاق امام کمال بن الھمام حنفی "المقصد الثالث فی زیارت  
 قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں فرماتے ہیں :  
 ہمارے مشائخ (احناف) نے فرمایا کہ زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم  
 افضل مندوبات میں سے ہے۔ مناسک فارسی اور شرح المختار میں ہے کہ صاحب  
 استطاعت پر یہ زیارت واجب کے قریب ہے۔ پھر اس کے بعد فرمایا :  
 اس بندہ ضعیف کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ محض زیارت قبر شریف کی نیت  
 کی جائے اور جب وہاں چلا جائے تو پھر مسجد شریف کی بھی زیارت کہہ کے یا پھر  
 دوسری مرتبہ دونوں (قبر شریف اور مسجد شریف) کی نیت کرے کیونکہ اس میں  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان اور اجلال زیادہ ہے۔

(فتح القدیر ۳/ ۱۷۹ - ۱۸۰)

اور اس پر علامہ انور شاہ کشمیری (دیوبندی) نے کہا ۔

اور میرے نزدیک یہی حق ہے کیونکہ اسلاف سے ہزاروں لوگ آپ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سامان باندھ کر اور قصد کر کے جاتے تھے اور اس کو  
 بہت بڑی نیکیوں میں شمار کرتے تھے۔ اور ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ صرف

مسجد نبوی شریف کی زیارت کی نیت سے جاتے روضہ اطہر کی نیت نہ کرتے تھے  
باطل ہے بلکہ وہ قطعی طور پر قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نیت کرتے تھے۔

(فیض الباری شرح صحیح البخاری ۲: ۴۳۳)

ہم کہتے ہیں کہ اس کا کلام صحیح اور خوب ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ مکہ مکرمہ  
میں ایک لاکھ نماز کا ثواب چھوڑ کر اپنے مال و جان کو قربان کرنا اور مدینہ شریف کی  
طرف کرنا چہ معنی دارد؟ انہوں نے اس شہر کو کیوں چھوڑا جس کے بارے میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

واللہ انّٰی خیر ارض اللّٰہ      اللہ کی قسم اے کہ تو اللہ کی زمین سے  
و احب ارض اللّٰہ الی اللّٰہ      افضل ترین خطہ ہے اور اللہ کے نزدیک

تمام زمین سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

تو کیا ان لوگوں نے اس شہر کو صرف مسجد نبوی کی زیارت کے لیے ترک کیا جیسا کہ وہ (تجمل)  
کہتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ جن دافس ان کی مخالفت کرتے ہوئے کہیں گے کہ یہ سب حبیب  
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرتے ہیں۔

اور رد المحتار شرح درالمختار میں ہے :

(قولہ مندوبۃ) مصنف کا قول کہ یہ زیارت مندوب و مستحب ہے  
یعنی تمام مسلمانوں کے اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ مندوب ہے جیسا کہ اللباب  
میں ہے۔

اور مصنف کا قول (بلکہ کہا گیا ہے کہ یہ واجب ہے) اس کو شرح اللباب میں  
ذکر کیا گیا ہے اور کہا کہ اس کو میں نے "الدرجة النبویة فی زیارة المصطفویة"  
میں بیان کر دیا ہے۔

اور اسے علامہ خیر الدین الرملی نے "حاشیۃ المنہج" میں ابن حجر سے ذکر

کر کے اس کی تائید کی ہے۔

ہاں "اللباب" ، "فتح القدیر" اور "شرح المختار کی عبارت واضح کرتی ہے کہ صاحب وسعت پر زیارت قریب الوجوب ہے۔

اور "فتح القدیر" میں اس کو "ما ورد فی فضل الزیارة" کے باب میں ذکر کیا اور اس کی کیمیت و آداب بیان کرتے ہوئے کافی شرح و بسط سے کام لیا گیا ہے اور ایسے ہی شرح المختار اور "اللباب" میں ہے۔

اور مصنف لکھتا ..... شروع کرے :

شرح "اللباب" میں فرمایا کہ امام حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کی کہ جب حج فرض ہے تو حاجی کے لئے بہتر ہے کہ وہ پہلے حج کرے پھر زیارة قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جائے اور اگر پہلے زیارت کرے تو بھی جائز ہے۔

(رد المختار شرح در المختار، ۲: ۷۵۷)

حضرت امام ہمام علی الفارسی فرماتے ہیں :

مناہلہ میں سے ابن تیمیہ نے سخت زیادتی کی ہے کیونکہ اس نے زیارة قبر انبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سفر کو حرام کہا ہے۔ جیسا کہ دوسروں نے افراط سے کام لیا اور کہا کہ زیارت ایسی قربت اور نیکی ہے جو ضروریات دین میں سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔

لیکن دوسرا مؤقف اقرب الی الصواب ہے کیونکہ جس کام کو جمیع علمائے کرام مستحب گردانیں اس کو حرام کہنا کفر ہی تو ہے اور یہ حرام کو مباح قرار دینے سے زیادہ بُرا ہے جو کہ اس باب میں متفق علیہ ہے۔

(شرح الشفاء بمحاشی نیم الریاض، ۲: ۵۱۴)

حضرت امام قاضی عیاض فرماتے ہیں :

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے، سلام عرض کرنے اور دعا مانگنے کا طریقہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت مسلمانوں کی سنتوں (اعمال) میں سے ایسی سنت (عمل) ہے کہ جس پر اجماع ہے اور یہ ایسا فضیلت والا کام ہے کہ جس کی ترغیب دی گئی ہے، کے بارے میں فصل،

(الشفا : ۲۰ : ۷۷)

اور ایک اور جگہ (۷۵/۲) امام ابن عبد البر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

الزیارة مباحة بین الناس ذواجب شد المحل الى قبرة صلی اللہ علیہ وسلم۔  
لوگوں کے درمیان زیارت مباح ہے (اس میں کوئی اختلاف نہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کے لیے سفر واجب علیہ وسلم۔

ہے۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہاں واجب سے مراد مندوب کا وجوب ہے اور زیادہ ترغیب و تاکید کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ وجوب فرض کے معنوں میں نہیں ہے۔

حضرت علامہ الدردیر شرح میں فرماتے ہیں :

وندب زیارة النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہی مندوب ہے اور بہت بڑی نیکیوں من اعظم القربات میں سے ہے۔

(۳۸۱ : ۲)

حضرت امام ابو محمد بن قدامہ المقدسی محقق مذہب حنابلہ فرماتے ہیں : نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ منورہ کی زیارت مستحب ہے کیونکہ امام قاضی

نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

من حج قنزار قبیری بعد  
جس نے حج کیا اور میرے دصال  
وذاقی فکانما زار فی حیاتی۔  
کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس  
نے میری خاطرہ زندگی میں زیارت کی۔

اور دوسری روایت میں ہے :

من زار قبیری وجبت له  
جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے  
شفاعتی۔  
لئے میری شفاعت ثابت ہو گئی۔

پہلی روایت کے الفاظ کو اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے :

حدثنا سعید ثنا حفص بن سلیمان عن لیث عن  
مجاہد عن ابن عمر رضی اللہ عنہ۔

امام احمد نے عبداللہ بن یزید بن قیط کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

ما من احد یسلم علی رعد  
جب بھی کوئی شخص میری قبر انور کے  
قبرئیل الا رد اللہ علی  
پاس سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری  
روح مبارکہ کو میری طرف متوجہ فرماتا  
روحی حتی ارد علیہ  
پہنچتی کہ میں اس کا جواب دیتا ہوں۔  
السلام۔

اور جب کوئی ایسا شخص حج کرے کہ جس نے پہلے کبھی حج نہ کیا ہو۔ یعنی سوائے شام

نے منہ امام احمد کی روایت میں عند قبری کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ شریفیام ہے اس پر واضح  
مکمل کلام فقیر کی تصنیف : البقیۃ الصبیحة فی شرح حیاة الانبیاء : میںلاحظہ فرمائیں : ہرم ہرم

کے راتے سے تو مدینے کے راتے سے سفر نہ کرے۔ خوف ہے کہ کہیں وہ ایسا کلام نہ کرے جو کہ نہیں کرنا چاہیے۔ اس کو چاہیے کہ مکہ کا راستہ پکڑے کیونکہ وہ سفر تھوڑا ہے۔ اور وہ کسی اور مشاغل میں مشغول نہ ہو۔

اور امام عقی سے روایت ہے کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند حصہ انور کے پاس حاضر تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے عرض کیا:

السلام علیہ یا رسول اللہ! میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

بجاء ذلك فَاسْتَفْعَرُوا اللَّهَ وَ

اسْتَغْفَرُوا لَهُمُ الْمُرْسُولُ

لَوْحَبَّ اللَّهُ تَوَابًا رَحِيمًا

استغفار کرے تو وہ اللہ کو بخشنے والا

اور رحم کرنے والا ہوا۔

میں گناہ گار ہوں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے اپنے رب کی بارگاہ

میں آپ سے شفاعت کا طلب گار ہوں۔

پھر اس نے یوں عرض کی:

يا خيبر من دفنت بالقاع اعظمه

لفسي القداء لقبر انت مسكنه

(ترجمہ) اے زمین میں دفن ہونے والوں میں سب سے بہتر شخصیت! آپ کی خوشبو سے میدان

اور فضا میں معطر ہو گئیں۔

میری جان اس قبر مقدسہ پر قربان ہو جہاں آپ محو آرام ہیں۔ اس میں پاکیزگی اور اس میں سراپا

سجادت و بخشش ہے۔ (اسی میں صاحب جود و کرم ہے)

نوٹ: یہ اشعار آج بھی موجد شریف کی طرف متواتر پڑھتے ہوئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب، مترجم غفرلہ

پھر وہ اعرابی پلٹ گیا اور میری آنکھ لگ گئی۔ پس میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا

یا عتبٰی اُلْحِقِ الْاَعْرَابِیَ فَبَشِّرْهُ  
اِنَّ اللّٰهَ غَضَبُهُ۔

(المعنی ۳ : ۵۸۸ - ۵۸۹) دیا ہے۔

حضرت امام ابو الفرج ابن قدامہ المجتبیٰ شرح الکبیر میں فرماتے ہیں

مسئلہ : حاجی جب حج سے فارغ ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین (صدیق و عمر) کی قبور مقدسہ کی زیارت کرے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت مستحب ہے کیونکہ امام دارقطنی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من حج فزار قبری بعد  
جسٹے حج کیا اور میری قبر انور کی زیارت  
وفاقی فکانما زار فی حیاتی !  
کی میرے وصال کے بعد تو گویا اس  
نے میری ظاہری حیات میں زیارت کی۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں :

من زار قبری وجبت له  
کہ جسٹے میری قبر کی زیارت کی اس کے  
شفاعتی۔  
لئے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

اور امام احمد نے عبداللہ بن یزید بن قیسط عن ابی ہریرہؓ کی سند سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

ما من احد یسلم علی عند  
جب بھی کوئی شخص میری قبر کے پاس  
قبر ہی رد اللہ علی روحی  
مجھ پر سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ



اردو علیہ السلام۔  
 (الشرح الکبیر، ۳: ۴۹)  
 میری روح کو میری طرف متوجہ فرماتا  
 ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب  
 دیتا ہوں۔

اس کے بعد امام عقیلی کا مذکورہ بالا واقعہ بیان کیا۔

حضرت امام الشیخ منصور البھوتی کشف القناع میں فرماتے ہیں :  
 فصل : جب آدمی حج سے فارغ ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ وہ نبی اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی قبور مقدسہ  
 کا کسی زیارت کرے کیونکہ اس سلسلہ میں حدیث وارد ہے جسے دارقطنی نے حضرت  
 عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا :

من حج فزار قبری بعد جس نے حج کیا اور میرے وصال کے بعد  
 وفاقی فکانما زارنی فی حیاتی میری قبر کی زیارت کی گویا کہ اس نے  
 میری ظاہرہ حیات میں میری زیارت  
 کی۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے :  
 من زار قبری وجبت جس نے میرے روضہ کی زیارت کی  
 لہ شفاعتی۔ اس کے لئے میری شفاعت واجب  
 ہوگئی۔

پہلی روایت کے الفاظ سعید سے مروی ہیں۔

تنبیہ

شیخ ابن نصر اللہ نے کہا :



آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کا استحباب لازماً اس کی طرف شدہ حال کے استحباب کو مستلزم ہوگا کیونکہ حاجی کے لئے شدہ حال کے سوا یہ سفر ممکن نہیں ہے۔ استحباب زیارت کی تصریح ہی ہے۔

(کشاف القناع ۲/ ۵۱۴-۵۱۵)

اور پھر اس کے بعد امام عقیلی کا قصہ بیان فرمایا :  
اور مقنع کے متن میں ہے کہ :-

جب حج سے فارغ ہو جائے تو حاجی کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منور اور صاحبین کی قبور کی زیارت مستحب ہے۔

(المقنع ۲/ ۲۵۸)

اور ایسے ہی "المبدوع" شرح المقنع لابن مفلح "میں ہے  
اور اس کو شارح نے مقرر رکھا بلکہ اس پر امام عقیلی کا قصہ زیادہ کیا۔

امام ابوالحسن المرادی فرماتے ہیں : ۲۵۸-۲۶۰

"ما تن کا قول ہے کہ وہ جب حج سے فارغ ہو جائے تو اس پر قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین کی قبور کی زیارت مستحب ہے۔"

یہی مذہب ہے اور اسی پر اصحاب علم و حجت متقدمین و متأخرین قائم ہیں۔

(الانصاف ۲/ ۵۳)

اور "زاد المستقنع مختصر المقنع" میں ہے ۔

اور قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین کی قبور مقدسہ کی زیارت مستحب ہے۔

(الروض المربع ۱۵۲)

یہ خلاصہ ہے اس کا جو کچھ فقہاء مذاہب اربعہ نے مسئلہ زیارت میں بیان

اور اس سے معلوم ہوا کہ طلبِ زیارت وجوہاً و ندباً پر ان سب کا اتفاق ہے۔ اور اس پر تاکید کرنے میں علماء نے سبقت کی ہے اور اس پر مسلمانوں کا عمل جاری ہے اور اہل عنایت کے لیے بقدر کفایت مذکور ہوا۔ اور سمجھدار اس کو تسلیم کریں گے اس کی قدر کو پہچانیں گے اور اسی پر ٹھہریں گے۔ اور معرفتِ دلیل کا شوق رکھنے والوں کے لیے تو قائلینِ زیارت نے اپنے مطلوب پر قرآن و سنت اور اجماعِ امت سے استدلال کیا ہے۔



قرآن حکیم

اور

مسئلہ زیارتِ روضہ رسول ﷺ

## قرآن حکیم اور مسئلہ زیارۃ روضہ رسول ﷺ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

رَكُوا أَنفُسَهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ  
بَجَاءَ ذَلِكَ فَاسْتَغْفِرُوا لِلَّهِ وَ  
اسْتَغْفِرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوْجَدُوا  
اللَّهُ لَوْ أَنبَأَ رَحِيمًا۔

اور جب کبھی بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم  
کریں تو انہیں آپ کے پاس اللہ سے معافی  
مانگیں اور رسول ان کی بخشش کے لئے  
سفارش کرے تو وہ اللہ کو توبہ قبول

اور رحم کرنے والا پائیں گے۔

یہ آیت کریمہ حیات و وصال دونوں حالتوں کو شامل ہے اور جس نے اس کو صرف  
حالتِ حیات کے ساتھ مخصوص کر لیا وہ صحیح راستہ سے ہٹ گیا کیونکہ فعل سیاق شرط میں عموم  
کا فائدہ دیتا ہے اور عموم کے لئے سب سے اعلیٰ صیغہ وہ ہے جو سیاق شرط میں  
واقع ہو۔ (ارشاد المغول ۱۲۲)

اور ہمارے استاد علامہ محقق السید عبد اللہ بن صدیق الغداری رحمۃ اللہ علیہ نے  
فرمایا۔ یہ آیت عام ہے اور حالتِ حیات و وصال دونوں کو شامل ہے اور کسی ایک حالت  
کے ساتھ اس کی تخصیص دلیل کی محتاج ہے۔ اور وہ یہاں مفقود ہے۔  
اور کوئی کہے کہ یہاں عموم کہاں سے آیا کہ حالتِ حیات کے ساتھ اس کی تخصیص

دلیل کی محتاج ہو۔ تو ہم کہیں گے کہ یہاں فعل شرط کے ساتھ دافع ہوا ہے اور کتب اصول میں یہ اصول طے شدہ ہے کہ فعل جب شرط کے تحت دافع ہو تو وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ فعل نکرہ کے معنی میں مصدر نکرہ کو متعین ہوتا ہے اور نکرہ جب سیاق نفی یا سیاق شرط سے دافع ہو تو یہ عموم کے لئے موضوع ہوگا۔

(الرد المحکم المبین، ۴۴)

پس یہ آیت شریفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہر حالت میں آنے کے طلب میں نص ہے کیونکہ اس میں "جاء ذک" مقام شرط میں دافع ہے جو کہ عموم پر دلالت کرتا ہے۔

اور مفسرین کرام نے اس آیت سے عموم ہی سمجھا ہے۔ اس لئے آپ ملاحظہ کریں گے کہ انہوں نے اس آیت کے تحت امام عینی کی حکایت بیان کی ہے۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں۔

علماء کی ایک جماعت کہ ان میں سے شیخ ابوالنصر الصباغ ہیں، نے اپنی کتاب "الشامل" میں امام عینی کی مشہور حکایت ذکر کی ہے کہ عینی نے کہا:

میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ پس ایک اعرابی آیا اور عرض گزار ہوا

السلام علیک یا رسول اللہ میں نے سنا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا  
وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا الْأَنفُسَ كُفَّارًا لَّاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ  
وَأَسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا .

تو میں آپ کی بارگاہ میں اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے حاضر ہوں اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کو شفیع بناتا ہوں۔ پھر اس اعرابی نے یہ اشعار پڑھے۔

يا خير من دفنت بالقاع اعظمه فطاب من طيبهن القاع والامكا

نفسی الفد القبر انت ساکنہ فیہ العفاف ذبیہ الجود والکرم  
 پھر اعرابی ٹوٹا اور میری آنکھوں پر اونگھ غالب آئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا :  
 اے عتبی اعرابی کو مل اور اسے بشارت دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش  
 دیا ہے ۔

۱۔ تحریف :

اس قصہ کو امام نووی (جن کی فضیلت علم پر امت مجتمع ہے) نے اپنی کتاب "الاذکار"  
 میں ذکر فرمایا ہے لیکن محقق نے اہانت کا پڑ گردن سے اٹارتے ہوئے بہت بڑی خیانت  
 سے کام لیا اور اس نغمہ سے اس قصہ کو ہجی حدیث کر دیا۔ یہ حرفِ نسمہ "دارالحدیث"  
 الریاض سے منقولہ کوشائع ہوا ہے۔

ان لوگوں نے صرف اسی تحریف پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کی اور بھی مثالیں موجود ہیں مثلاً  
 امام نووی نے کتاب الاذکار میں ایک فصل اس عنوان سے شامل کی ہے "فصل فی  
 زیارة قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذکارھا" اعلم  
 انه ينبغي لكل من حج ان يتوجه الى زیارة رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم سواء كان ذلك طريقة اولى یکن فان زیارة رسول اللہ  
 علیہ وسلم من اہم القربات واربعم المسامی وافضل الطلبات  
 لیکن محقق نے تمام عبارت میں تحریف کر دی اور اپنی طرف سے یہ عبارت لکھ دی :  
 فصل فی زیارة مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، اعلم انه  
 یستحب من اراد مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یکثر  
 من الصلاة علیہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی دونوں جگہ زیارت قبر اور زیارت رسول کی جگہ زیارت مسجد کر دیا۔

اور اگر یہ حکایت سند صحیح سے ثابت نہ بھی ہو تو بھی کوئی بات نہیں کیونکہ بے شمار مفسرین کا اسے اس مقام پر بیان کرنا واضح کر رہا ہے کہ یہ آیت عموم کا فائدہ دیتی ہے۔ اور عرض اعمال والی حدیث اس آیت کے عموم پر استدلال کی تائید کرتی ہے۔ اور اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں :

حیاتی خیر لکم و مماتی	اے میرے غلامو! میری حیات
خیر لکم تحدثون و یحدث	تمہارے لئے بہتر ہے اور میرا وصال
لکم و تعرض علی اعمالکم	بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم مجھ سے
فما وجدت خیراً حدث	گفتگو کرتے ہو اور میں تمہارے ساتھ
اللہ و ما وجدت غیر	گفتگو کرتا ہوں۔ اور تمہارے اعمال
ذلك استغفرت لکم.	مجھ پر پیش ہوتے ہیں پس ان کو اگر
	میں بہتر پاتا ہوں تو اللہ کی حمد بیان

(تسلسلہ) امام نووی کی یہ عبارت تھی لیکن محقق نے عبارت میں تحریف کر کے اس طرح کر دی اور یہ تعریف (ص ۲۹۵) میں ہے۔

اللہ کے احکامات کا مذاق اڑانے والو (منجدیو) اللہ سے ڈرو اور دیکھو یہ کس طرح باطل کے ساتھ باطل کی مدد کرتے ہیں۔ اس شخص نے باطل کی مدد کی اور امام نووی اور مذہب شافعی پر جھوٹ باندھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ۔

اذا لم تستح فاصنع ما شئت بے حیا و بائش ہر چہ خواہی کن

ایسے فراڈوں کا تفصیل ہمارے بھائی علامہ سید حسن بن علی السقاف باعلوی (اللہ تعالیٰ

اس کی مدد فرمائے) نے اپنی کتاب "الاعاشہ" ص ۱۸ تا ۱۹ میں بیان فرمائی ہیں ۔



کرتا ہوں اور اگر اس کے علاوہ پایا  
تو تمہارے لئے اللہ سے بخشش طلب  
کروں گا۔

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کا مفصل بیان **اِنْ شَاَ اللّٰہُ آگے** آرہا ہے۔  
آیت میں ایسے عموم کے باوجود جس میں کوئی شک نہیں کر سکتا ابن عبدالحادی  
نے عجیب بات کہہ دی ہے کہ سلف و خلف نے اس آیت سے یہی سمجھا کہ صرف آپ کی  
خاہری حیات میں لوگ آکر سفارش کروائیں۔ (الاصنام الملکی ص ۲۲۵)  
مجھے ان کے قول پر اتنا تعجب ہے کہ دور ہونے میں نہیں آ رہا کیونکہ وہ تو سلف و  
خلف ہر ایک کی شہادت کی نفی میں شہادت دے رہے ہیں اور انہوں نے صرف اسلاف  
پر ہی بس نہیں کیا بلکہ خلف پر بھی تعدی کی ہے۔

لیکن جب ہم کتب تفاسیر وفقہ اور کتب مناسک کا جو کہ ہمارے سامنے ہیں  
مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ تمام علماء نے اس آیت کو زیارت کے موقع پر بطور دلیل  
ذکر کیا ہے۔

کاش ابن عبدالحادی اپنے مذہب کی ہی کتب اور فقہاء و حنابلہ کا اس آیت  
سے استدلال کا حقدہ کر لیتے تو کبھی ایسی بات نہ کہتے لیکن سچ ہے کسی شے کی محبت  
اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

اور صدیوں سے حجاج کرام ہمیشہ زیارت کے لئے حج سے پہلے یا بعد آئے ہیں  
ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں اور اس کا جواب پاتے ہیں اور  
دعائیں مانگتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔ ابن عبدالحادی کے دعوے کے رد کے  
لیے تو مسلمانوں کا یہی عمل کافی ہے۔



”ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ یہ اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نیکی ہے کیونکہ اس کے بارے میں احادیث وارد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ  
 دلو انہم اذ ظلموا ..... الآية

جب بھی وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو وہ آپ کے حضور حاضر ہو جائیں اور وہ آپ کے حضور حاضر ہو جائیں اور اللہ نے بخشش طلب کریں اور رسول بھی ان کے لئے مستغفر فرمائیں تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے۔

کیونکہ آپ کی تعظیم آپ کی وفات سے منقطع نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا صرف آپ کی ظاہرہ حیات کے ساتھ خاص تھا اور زیارت میں ایسے نہیں ہے کیونکہ بعض محققین علماء نے اس کا جواب دے دیا ہے کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے ثواب اور رحم پہنچنے کے لیے تین امور کے ساتھ متعلق ہے۔

گناہ گار کا آپ کی خدمت میں آنا، استغفار کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے لئے استغفار فرمانا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا تو تمام مسلمانوں کے لئے ہے کیونکہ آپ تمام مسلمانوں کے لئے استغفار فرماتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لَهُ ذَنْبًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ اے پیارے محبوب استغفار کریں اپنے لئے اور تمام مومن مرد اور عورتوں کے لئے۔

(سورہ محمد، ۱۹) کے لئے

پس جب اہل ایمان کا آپ کے پاس آنا اور اگر ان کا استغفار کرنا پایا جائے تو اب وہ تینوں امور پورے ہو گئے جو اللہ سے توبہ اور اس کے لیے ضروری تھے۔

اور تمام مسلمانوں کا زیارتِ قبور کے مستحب ہونے پر اجماع ہے جیسا کہ امام نووی نے ذکر فرمایا اور اہل خواہر نے تو اس کو واجب قرار دیا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی زیارت عموم و خصوص دونوں جہتوں سے مطلوب ہے جیسا کہ گذرا .... الخ۔  
(ص ۱۰۲ - ۲۰۳)

اور اصل کلام امام تقی الدین السبکی کی "شفاء السقام فی زیارہ خیر الانام" میں ہے۔

## عموم آیت پر شیخ محمد بن صالح کا اعتراض

محمد بن صالح العثیمین (رحمہم اللہ) نے اس آیت سے استدلال پر اعتراض کرتے ہوئے اپنے (فتاویٰ ۱/۸۹) میں لکھا ہے۔  
(اذ) یہ ظرف ہے جیسا کہ گذرا لیکن ظرف مستقبل کے لئے نہیں بلکہ ماضی کے لئے آتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ:

دلو انہم اذا ظلمو بلکہ "اذ ظلموا" فرمایا ہے پس آیت اس حکم کو واضح کرتی ہے جو کہ آپ کی حیات میں واقع ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات کے بعد استغفار — تو یہ ناممکن اور مشکل ہے کیونکہ جب شخص وفات پا جاتا ہے تو اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔ سو اسے تین اعمال کے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صدقہ جاریہ، علم نافع یا صالح اولاد جو کہ اس کے لیے دعا کرے۔ تو یہ انسان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ موت کے بعد کسی کے لئے استغفار کرے بلکہ وہ تو اپنے لئے بھی استغفار نہیں کر سکتا کیونکہ اس کے اعمال منقطع ہو چکے ہیں:

## شیخ عثیمین کے اعتراض کا تجزیہ

میرے نزدیک یہ عثیمین کی طرف سے بہت بڑی جسارت ہے ہم اللہ سے عافیت مانگتے ہیں۔

## ۳۷ کلمہ "اذ" مستقبل کے لئے بھی آتا ہے

(اذ) کا حرف زمانہ ماضی کے ساتھ اختصا ص محل نظر ہے۔ کیونکہ کلمہ "اذ" جیسے فعل ماضی کے لیے استعمال ہوتا ہے ایسے ہی فعل مستقبل کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کے کئی اور معانی بھی ہیں جنہیں ابن ہشام نے معنی اللبیت میں (۱: ۸۰-۸۳) میں ذکر کیا ہے۔

امام ازہری نے اذ کے مستقبل کے لئے مستعمل ہونے پر تصریح کرتے ہوئے "تہذیب اللغة" (۱۵: ۲۸) میں کہا اہل عرب (اذ) کو مستقبل اور (اذ) کو ماضی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولو تری اذ فرعوا۔ (سورہ سباء ۵۱)

میں کہتا ہوں کہ اذ ان آیات میں مستقبل کے لیے استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ولو تری اذ وقفوا علی النار۔ (الانعام ۲۷)

ولو تری اذ وقفوا علی ربهم۔ (الانعام ۲۰)

ولو تری اذ الظالمون فی غمرات الموت۔ (الانعام ۹۳)

ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رؤسهم عند ربهم (السجہ ۱۲)

ان تمام آیات میں اذ مستقبل کے لئے استعمال ہوا ہے لہذا عیشمین کا یہ کہنا کہ یہ صرف ماضی کے لیے استعمال ہوتا ہے غلط ہے۔

## وصال کے بعد آپ کے بخشش کی سفارش کرنے پر دلائل

اور اس کا یہ کہنا کہ آپ کا وصال کے بعد بخشش کی سفارش کرنا ناممکن ہے  
کیونکہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے تین اعمال کے سوا تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔  
ہم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفارش فرمانا کئی دلائل کی بنا پر ممکن ہے۔

### ۱۔ انبیاء قبور میں زندہ ہیں

حدیث صحیح میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :  
الانبياء احياء في قبورهم      انبياء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور  
یصلون ۔      نمازیں پڑھتے ہیں ۔

عالم اسلام! خصوصاً عربوں میں مقبول حیرن میلا نامہ



مولود برزخ

اس کو امام بیہقی نے "حیۃ الانبیاء" (ص ۱۵) میں 'امام ابوعلی' نے "مسند ابوعلی" (ص ۶: ۱۴۷) 'امام ابو نعیم' نے "اخبار اصبحان" (۲: ۴۴) 'امام ابن عدی' نے "الکامل" (۷: ۷۳۹) میں روایت کیا۔  
 امام عینی نے "المجمع الزوائد" (۸: ۲۱۱) میں فرمایا کہ ابوعلی کے روایات ثقہ ہیں اور حدیث کی کئی سندیں ہیں۔

### حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:  
 مروت علی موسی و هو قائم یصلی فی قبرہ بنہ  
 میں حضرت موسیٰ کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔  
 (مسلم شریف ۴: ۱۸۴۵، مسند احمد ۲: ۱۲۰، شرح السنہ للبخاری ۱۳: ۲۵۱ وغیرہم)

علامہ ابن القیم نے قصیدہ نونیہ میں حیاۃ الانبیاء پر کلام کرتے ہوئے لکھا  
 والرسول اکمل حالۃ منہ بلا شکر و هذا ظاہر التبیان  
 فلذلک کانوا بالحیاۃ الحق من شہدائنا بالعقل والبرہان  
 وبأن نکاحہ لہو ینفسخ ففسادہ فی عصمۃ دحیان  
 ولاجل ہذا لم یحل لغيرہ منہن واحدۃ مدی الأزمان  
 اُنیس فی ہذا دلیل انہ حی لمن کانت اذ فان  
 (حضرات انبیاء کرام شہداء سے بے شک افضل و اکمل ہیں۔ اس پر ظاہر دلائل  
 ہیں۔ اسی لئے وہ ہمارے شہداء سے عقل و نقل کے لحاظ سے حیات کے زیادہ مقدار  
 ہیں کیونکہ ان کا نکاح فسخ نہیں۔ پس ان کی عورتیں عصمت و پاکیزگی کے ساتھ

متصف ہیں۔ اسی لئے ان کی بیویوں میں سے کوئی ایک بھی کسی غیر پر رستی  
دنیا تک حلال نہیں ہے۔ کیا اس میں ہر انسان کے لئے دلیل نہیں کہ آپ زندہ  
جاوید ہیں۔ (المؤید مع شرح ابن محسنی ۲۴ : ۱۶۰)

## ۲۔ آپ نے تمام انبیاء کو جماعت کروائی

حدیث صحیح اور تواتر سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات  
تمام انبیاء کرام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی۔ حالانکہ وہ تمام وصال فرما چکے تھے اور  
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نمازوں میں تخفیف کے لئے آپ کو ٹوٹانا اور ان کے علاوہ  
دیگر انبیاء کو آپ کا آسمانوں میں دیکھنا ثابت ہے۔  
پس جب یہ ممکن ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے لئے استغفار کیسے  
ناممکن ہو سکتا ہے؟

اور نماز کیا ہے؟ دعا، استغفار اور تفرغ کا مجموعہ ہی تو ہے۔

## ۳۔ تمہارے بُرے اعمال پر میں بخشش طلب کروں گا

صحیح حدیث میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حیاتی خیر لکم تحدثون	میری حیات تمہارے لئے بہتر ہے۔ تم
و یحدث لکم و وفاتی	دمجہ سے گفتگو کرتے ہو اور تم سے گفتگو
خیر لکم تعرض علی اعمالکم	کی جاتی ہے اور میرا وصال بھی تمہارے
فما رأیت من خیر حدث	لئے بہتر ہے۔ ہم پر تمہارے اعمال پیش کئے
اللہ علیہ و ما رأیت من شر	جائیں گے پس جس عمل کو اچھا دیکھیں گے
استغفرت لکم۔	تو اللہ کا شکر ادا کریں گے اور اگر بُرے
	اعمال ہوئے تو تمہارے لئے اللہ سے استغفار
	طلب کریں گے۔



یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے بارے میں حافظ عراقی نے (طرح الثوریب ۲: ۲۹۷) میں فرمایا۔ اس کی سند جید (عقدہ) ہے۔ اور امام ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۹: ۲۴) میں کہا اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحاح کے راوی ہیں۔ امام سیوطی نے (الخصائص المکبڑی ۲: ۲۸۱) میں اس کو صحیح کہا۔

امام عراقی اور ہیثمی نے جو کلام کیا ہے وہ صرف بزار کی سند کے بارے میں ہے ورنہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ حافظ سیوطی نے فرمایا ہے۔ اور اس پر تفصیلی کلام انشاء اللہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

### ۴۔ آپ کی دعا مغفرت ہر مسلمان کو حاصل ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا تمام مومنین کے لئے عام ہے چاہے کسی خوش نصیب نے آپ کی ظاہرہ حیات کا زمانہ پایا ہے یا کسی حراما نصیب نے یہ مبارک دور نہ دیکھا ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِلٍ وَدِلْمُؤْمِنِينَ  
دَافِئُ مَنَاتٍ ۔ اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے

گناہوں کی معافی طلب کرو۔

اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت عظیم نعمت ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ایک ہے۔

سابقہ گفتگو سے یہ معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ میں تین امور کا ذکر ہے۔

۱۔ بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا۔

۳۔ اہل ایمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مغفرت طلب کرنا۔  
اور یہ تینوں چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری اور وصال میں حاصل  
و موجود ہیں۔

## اعتبار سبب کا نہیں بلکہ عموم الفاظ کا کیا جاتا ہے

اور یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا چونکہ یہ آیت خاص لوگوں کے بارے میں نازل  
ہوئی تھی لہذا انہیں کے ساتھ مخصوص رہے گی۔ کیونکہ یہ قاعدہ معروف و مسلم ہے کہ  
العبرة لعموم اللفظ لا

بخصوص المبدأ۔

سبب کا اعتبار نہیں۔

یہی وجہ ہے مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ سے عموم ہی سمجھا اور کہا۔ جو شخص  
روضہ اقدس پر حاضر ہو اس کے لیے یہ آیت مبارکہ پڑھنا مستحب ہے۔ اس کے بعد  
اللہ سے معافی مانگے۔

وَلَوْ أَنَّمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

جَاءُواكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَ

اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا

اللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا۔

معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے

مئے شفاعت فرمائیں تو ضرور اللہ کو

توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

## تفاسیر اور کتب مناسک کی استدلال پر تاہد

ہمارے سامنے مذاہب اربعہ کی تفاسیر اور مناسک حج پر لکھی ہوئی تصانیف



رحم فرمانے والا پائیں گے۔

وَقَدْ آتَيْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِّنْ ذُنُوبِي مُتَشَفِّعًا بِكَ إِلَىٰ رَبِّي فَا سْأَلْتُكَ يَا رَبِّ إِن تَوْجِبْ لِيَ الْغُفْرَةَ كَمَا أَوْجَبْتَهَا لِمَن آتَاكَ فِي حَيَاتِهِ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ أَوَّلَ الشَّافِعِينَ ، وَأَنْجِجِ السَّائِلِينَ ، وَارْكَمِ الْآخِرِينَ وَالْأَوَّلِينَ ، بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ .

میں اپنے گناہوں کی بخشش کا طلبگار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت کی امید لیے حاضر ہو گیا ہوں اور اے میرے رب میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو میرے لیے بخشش ثابت فرما دے جیسے تو نے اس شخص کے لیے بخشش فرمائی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اے اللہ اے سب سے زیادہ رحم فرماتے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رحمت کے ساتھ سب سے پہلا شفاعت فرمانے والا اور کامیاب سوال کرنے والا انگوں اور پھپھلوں میں سب سے زیادہ عزت والا بنادے۔

پھر اپنے والدین، بھائیوں اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے۔  
(آپ کا کلام اختصار کے ساتھ ختم ہوا)

**تمام اُمت کے نیک اعمال کا اجر آپ بھی پار رہے ہیں**

عشیمین کی اس بات پر کلام باقی رہ گیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے

ہیں تو تین اعمال کے سوائے کمال کا امکان ختم ہو گیا..... الخ

میں کہتا ہوں کہ ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے کمالات اور خصوصیات ہیں جو کسی دوسرے میں نہیں پائی گئیں۔ اور یہی بات ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "الصارم المسلول علی مشاتم الرسول" جو کہ ان کی تمام تصانیف سے اچھی ہے، میں کہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات قیامت تک بلند ہوتے رہیں گے۔

اور یہ بات تو مسلمہ اور ضروریات دین میں سے ہے اور کتب خصائص و دلائل النبوة، شفاء شریف وغیرہ اور اس کی شرح میں اس چیز کو ثابت کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من دعا الی ہدی کان لہ      جس شخص نے ہدایت کی طرف دعوت دی اس کے لیے اتنا اجر ہے جتنا  
من الاجر مثل اجور من      پیروی کرنے والوں کا جبکہ ان کے  
اتباعہ لا ینقص من اجورہم      اجر و ثواب میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی۔  
شیثاً - (مسلم شریف)

یہ تمام اعمال صالح جو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے جو صادر ہو رہے ہیں یہ تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق سے ہی وابستہ ہیں۔ اسی طرح انہی اعمال صالح کا ثواب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ اس سے مستمتع ہوتے ہیں۔ باوجودیکہ امت کے اجر و ثواب میں بھی کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔

اسی درست رائے کے بارے میں ابن تیمیہ نے (فتاویٰ ۱: ۱۹۱) میں کہا ہے:  
بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
"جس نے ہدایت کی دعوت دی اس کے لئے اتنا ہی ثواب ہے جتنا پیروی

عمل کرنے والوں کے لیے، جب کہ ان کے اجر و ثواب میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

امت جو نیکیاں اور اعمالِ خیر کر رہی ہے اس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بلائے والے ہیں۔ پس جو عمل بھی امتی کریں اس کا ثواب و اجر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچتا رہتا ہے۔ اور امتیوں کے اجر میں بھی کمی نہیں ہوتی۔ حاصلِ کلام یہ کہ یہ بات کرتے وقت ابنِ عثمان پھسل گیا ہے۔

ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ آدمی بغیر علم کے اللہ کی کتاب میں کلام کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس میں گستاخی کرتے ہوئے نہ یادتی کرے۔

مُحَلِّ مَنِيَا دِرْ اَعْتِرَاضَات  
عِلْمِي مَحَاكِبَہ

تأليف  
مفتی محمد خان قادری

عالمِ دعوتِ اسلامیہ  
مفتی محمد خان قادری لاہور

دوسرا باب

احادیثِ رسول ﷺ

۱۰۱

زیارتِ نبوی

اس سلسلہ میں احادیث دو طرح کی ہیں :

۱۔ ایسی احادیث جو مطلق زیارتِ قبور پر دلالت کرتی ہیں اور یہ متعدد الفاظ کے ساتھ مروی اور حدیث تواتر کو پہنچی ہیں جیسا کہ نظم المقتنا شر ۸۰ - ۸۱ اور اتحاد ذوالفضائل المستمیر ۹۷ میں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو زیادہ مشہور الفاظ مروی ہیں وہ ہیں :

كنت قد نهيتكم من زیارة  
القبور فزوروها فانها تذکر  
الآخرة۔  
میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے منع  
کیا اب زیارت کیا کرو کیونکہ یہ آخرت کو  
یاد دلاتی ہے۔

اور یہ الفاظ بھی ہیں :

فمن اراد ان یزور القبور  
فلیزور ولا تقولوا هَجْرًا :  
اور یزور نہ کیے

اسے امام نسائی نے اپنی سنن ۴ : ۷۳ میں روایت کیا ہے۔

اور فعل شرط کے ساتھ عموم کا فائدہ دیتا ہے اور کوئی حدیث اس کی مختص نہیں

ہے۔ اور پیار سے آقا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور تمام قبور سے علی الاطلاق افضل و  
اعلیٰ ہے اور وہ زیارت کی زیادہ حق دار ہے۔

یہاں ایک اشکال بھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ



جب حصولِ علم رشتہ داروں اور مسلمان بھائی کی زیارت اور تجارت کے لیے سفر کے جواز پر تمام کا اتفاق ہے تو کیا وجہ ہے کہ احادیث زیارت قبور کو مخصوص کرتے ہوئے یہ کہا جائے کہ اس کا جواز عدم سفر کے متصل ہے۔

بلاشبک جو مطلق زیارت قبور کی احادیث کو مفید کرتا ہے وہ عقل و فکر سے عاری

ہے۔

### تنبیہ

لفظ زیارت سے لازم آتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ جایا جائے۔ پس شارع علیہ السلام نے ایک جگہ سے دوسری جگہ زیارت کے لیے جانے پر ابھارا ہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ ابن تیمیہ نے الرد علی الأحنائی ۱، ۷۷ میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ضرور والقبور (قبور کی زیارت کرو) یہ صرف مطلقہ زیارت یا اس کے استعجاب یا جواز پر دال ہے لیکن اس سے سفر کرنا نہ تو استعجاباً لازم آتا ہے اور نہ ہی اباحتاً۔

میری گزارش یہ ہے کہ حدیث عام ہے اور اس کو خاص بھی کوئی چیز نہیں مگر یہی اولیٰ اصول طے شدہ ہے کہ جب کوئی شے پائی جائے گی تو اپنے تمام لوازم کے ساتھ پائی جائے گی۔ اور پھر اس پر مزید یہ کہ جب زیارۃ افعال سفر کے ساتھ متعلق ہے تو کوئی دلیل اس کو منع کرنے والی نہیں ہے۔

اور اختلاف کے وقت رجوع شرع کی طرف کرنا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا :

فان تنازعتم فی شئ فردوه

الی اللہ والرسول ان کنتم

پس اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو

اسے اللہ اور اس کے رسول کے حضور

تومنون بالله واليوم الآخر رجوع کرو۔ اگر اللہ اور روز قیامت پر  
ذلک خیر و احسن تأویلا۔ ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے اور اس کا

(الفہر ۵۹۰) انجام سب سے اچھا ہے۔

اور شارع علیہ السلام نے سفر کو زیارت کا نام دیا ہے جس میں تاویل کا احتمال

ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان رجلاً زاراً أخاه في قرية  
أخرى فارصد الله على  
مدرجته ملكاً فلما أتى عليه  
قال: أين تريد؟ قال: أريد  
أخاً في تلك القرية قال:  
هل لك عليه من لعمة  
تربها؟ فقال: لا خير  
أني أحبته في الله عزو  
جل: فقال اني رسول الله  
الملك بان الله احبك كما  
أحبته۔

ایک شخص اپنے بھائی کی ملاقات کرتے دوسری  
بستی میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ  
مقرر کر دیا، جب وہ شخص اس فرشتے کے پاس پہنچا  
تو اس نے پوچھا، کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگا میلوک  
بھائی فلاں گاؤں میں ہے اس کے پاس جانیکا ارادہ  
ہے، فرشتے نے کہا کیا تمہارا اس پر کوئی احسان ہے؟  
جبکہ تکمیل پا رہے ہو اس شخص نے کہا نہیں مجھے  
اس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے محبت ہے  
فرشتے نے کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سے پاس بھیجا  
ہے بے شک اللہ تعالیٰ کو تم سے محبت ہے  
جیسے تمہیں اپنے بھائی سے محبت ہے۔

(صحیح مسلم، ۴: ۱۹۸۸)

پس شارع علیہ السلام نے ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف سفر کو زیارت  
سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور لفظ زیارت میں سفر اور عدم سفر دونوں کا احتمال ہے۔  
اور لفظ زیارت کو دونوں میں سے ایک کے ساتھ مخصوص کرنا کہ زیارت صرف

بغیر سفر کے ہی ہے تو یہ نص پر سینہ زدوری اور زیادتی ہے اور اصول شرع کی مخالفت

## فائدہ

حافظ ابو زرہ عراقی نے طرح التثویب ۶: ۳۳ میں کہا ہے کہ میرے والد ماجد (المحافظ الکبیر ولی اللہ عراقی رحمہ اللہ تعالیٰ حکایت کرتے ہیں کہ میں شیخ زین الدین عبدالرحیم بن رجب الحنبلی کے ساتھ تھا کہ جب وہ حضرت خلیل علیہ السلام کے شہر کی طرف جا رہے تھے۔ جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو شیخ ابن رجب نے کہا میں حضرت خلیل علیہ السلام کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت کرتا ہوں تاکہ میں ابن تیمیہ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے زیارت کے لیے شہرِ رحال سے بچ سکوں۔ تو میں نے کہا کہ میں قبر خلیل علیہ السلام کی زیارت کی نیت کرتا ہوں پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہے :

لا تشد الرحال الا الى

ثلاثة مساجد -

چوتھی مسجد کی طرف کجاوہ کسا ہے۔

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا ہے :

قروا کی زیارت کیا کرو

زور و القبور

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان مبارک میں قبور انبیاء کا استثناء فرمایا ہے؟

تو اس پر ابن رجب مبہوت و خاموش ہو گئے۔

امام عراقی کبیر، حافظ فقیہ اور بہت بڑے اصولی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام پر

رحم کرے ۔

بلاشبہ جو شخص ان احادیث کو مفید کرے گا جو کہ مطلق زیارت قبور میں وارد ہیں تو وہ بھٹک گیا (فستدبر)

۲۔ دوسری وہ احادیث ہیں جو فقط آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کی زیارت میں وارد ہیں ان میں سے وہ حدیث شریف ہے جو کہ حسن بلکہ بعض ائمہ نے اس کو صحیح اور بعض نے حسن کہا ہے جیسا کہ محدث ابن السکن امام السبکی اور سیوطی اور اس کے حسن ہونے پر امام ذہبی کی عبارت میں بھی تصریح ہے ۔

ان احادیث میں سے سب سے اچھی سند کے لحاظ سے وہ حدیث جو کہ اس سند سے مروی ہے ۔

موسسی بن ہلال العبیدی	حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے
عن عبد اللہ بن عمر العمری	روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وعبد اللہ بن عمر العمری	نے فرمایا جس نے میری قبر منورہ کی زیارت
عن نافع عن ابن عمر قال	کی اس کے لئے میری شفاعت واجب
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من زار قبری	ہو گئی ۔
وجبت له شفاعتی ۔	

صحیح یہ ہے کہ عبیدی نے العمری صغیر اور کبیر دونوں سے روایت کی ہے اور العمری الکبیر میں اگرچہ کچھ کلام ہے لیکن وہ حسن الحدیث ہے اور امام ابن معین نے اس کی روایت عن نافع میں فرمایا کہ یہ صالح اور ثقہ ہے ۔

ضروری ہے کہ ہم قاری کی نظر اس طرف متوجہ کریں کہ ابن المہادی جس نے العمری الکبیر کے بارے میں تمام جرحی کلمات نقل کئے ہیں وہ بھی کہتا ہے کہ یہ حسن الحدیث

ہے اور اس حدیث کو "تنقیح التحقيق" ۱۰: ۱۲۲ میں حسن قرار دیتے ہوئے کہا ہے :

امام الجرح والتعديل ابن معین وغیرہ کہ جن آئمہ نے العمري الکبير کی حدیث کو قبول کیا ہے وہ حجت ہے۔

اور یہ موسیٰ بن ہلال العبدي ۱۰ اس سے بہت سارے آئمہ دین نے روایت لی ہے۔ اور وہ امام احمد کے شیوخ میں سے ہیں۔ اور امام ذہبی نے امام احمد سے ان کے بارے میں میزان (۲: ۲۶۶) میں نقل فرمایا کہ وہ صالح الحدیث ہے اور امام ابن عدی نے کہا :

ارجوا انه لا باس به۔ میرے خیال میں اس سے روایت لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اور احادیث زیارت میں سے ایک وہ حدیث ہے جو سنن ابی داؤد میں امام ابی داؤد سجستانی کے طریقہ پر صالح الاحتجاج ہے یعنی اس سے احتجاج کیا جاسکتا ہے۔ اور اپنے مقام پر انشاء اللہ مفصل آئے گا۔

صحیح اور معتدل قول یہی ہے کہ احادیث زیارت ثبوت دعویٰ پر قیام دلیل کی حیثیت رکھتی ہیں اور جس نے ان پر موضوع ہونے کا حکم لگایا جیسا کہ بعض کا زعم باطل ہے تو یہ بہت بُری جرأت ہے۔

تیسرا باب

# زیارت اور اجماع اُمت

www.KitaboSunnat.com

جن علماء کرام نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے ان میں سے قاضی عیاض مالکی ہیں۔  
 آپ نے الشفاء بتعريف حقوق المصطفى صلى الله عليه وسلم میں ذکر کیا۔  
 زیارة قبره صلى الله عليه وآله وسلم من سنن المسلمين  
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مقدسہ کے  
 مجمع علیہا وفضیلۃ مرغبا  
 زیارت مسلمانوں کے اعمال میں سے ایسا  
 فیہا۔ (الشفاء، ۲: ۷۳)  
 عمل ہے کہ اس پر اجماع ہو چکا اور یہ  
 ایسی فضیلت ہے کہ جس کی ترغیب  
 دی گئی ہے۔

علامہ شوکانی "نیل الاوطار" میں لکھتے ہیں :  
 جس نے روضۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جائز قرار دیا اس نے یہ دلیل  
 بھی دی ہے کہ حج کا ارادہ کرنے والے مختلف مذاہب اور علاقوں سے تعلق رکھنے والے  
 مسلمانوں کا ہمیشہ سے دستور چلا آ رہا ہے کہ زیارت روضۃ منورہ کے لیے مدینہ پہنچتے  
 ہیں اور اس کو افضل ترین اعمال میں شمار کرتے ہیں اور ان کی طرف سے اجماع ہے۔  
 (نیل الاوطار، ۳: ۱۱۰)

اور مولانا عبدالحی کھنوی نے "ابراز الفی الواقع فی شفاء النحی" میں  
 لکھا ہے :

جہاں تک نفس روضۃ مقدسہ کی زیارت کا معاملہ ہے تو ابن تیمیہ تک علماء اہل سنت  
 اور ائمہ ملت میں سے کسی نے بھی عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ سب نے بالاتفاق اس

افضل ترین عبادات اور بلند ترین اطاعتوں میں شمار کیا۔ اس میں تو اختلاف ہے کہ یہ زیارت مستحب ہے یا واجب! بہت سارے علماء نے فرمایا یہ مستحب ہے جبکہ بعض مایکوں اور تمام اہل ظاہر (غیر مقلدین) نے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ اور احناف میں سے اکثر نے اس کو واجب کے قریب قرار دیا ہے اور احناف کے نزدیک جو چیز واجب کے قریب ہو وہ واجب کے ہی حکم میں ہوتی ہے۔ اور سب سے پہلے جس نے اجماع کو توڑا اور ایسی شے لایا کہ اس سے پہلے کسی عالم دین نے ایسی بات نہ کی، صرف اور صرف ابن تیمیہ ہے۔

## کلامِ ائمہ کی غلط تاویل اور اس کا رد

اور مخالف زیارت اس کے متعارض کئی توہمات پیش کرتا ہے لیکن کوئی اعتراض اس کا ایسا نہیں جو تسلی و تشفی بخش ہو۔ انہی بے سرو پا باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اس اجماع مذکور کا تو معترف ہے لیکن کلامِ علماء میں تحریف کرتا ہوا کہتا ہے کہ ان لوگوں کا مقصود بغیر شدہ حال کے زیارتِ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور اگر شدہ حال پایا جاتا تھا تو پھر ان کا مقصد سفر زیارتِ مسجد کے لیے ہوتا تھا۔ لیکن اس کا یہ منکر اور تاویل بالکل باطل ہے۔ حضراتِ فقہاء و علماء کی سابقہ تصریحات اس تاویل کو باطل کرتی ہے۔

ایک لاکھ نماز کا ثواب چھوڑ کر ہزار نماز کا ثواب لینے کون جاتا ہے!

کون شخص ہے جو اس سفر کی مشقت صرف ایک ہزار نماز کا ثواب پانے کے لیے اٹھائے جبکہ اس کے لیے ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ثواب کا حصول ممکن ہو تو کون شخص ہے جو اتنے بڑے ثواب کی قربانی دے؟



بلا شک و شبہ جس نے بھی مدینہ طیبہ کی طرف سامان سفر باندھا اور اتنا خرچ کیا یہ عظیم  
سفر صرف اور صرف اسی بقعہ مبارکہ کی زیارت کے لیے ہے کہ جس میں حبیب رب العالمین  
وامام المرسلین و سید ولد آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام آرام فرما ہیں (اللہ تعالیٰ مزید اس  
بقعہ پر برکت فرمائے اور اس کی فضیلت و شرف کو دوبالا فرمائے)۔

کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ہم مسجد نبوی علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کے  
مکڑ ہیں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔

مسجد نبوی کی فضیلت اپنی جگہ مسلم لیکن یہ مسجد حرام سے فضیلت میں کم ہے  
جیسا کہ نص۔ وارو ہے۔

اور اگر فقط سامان سفر باندھا صرف اجر حاصل کرتے کے لیے ہی ہے تو پھر مسجد حرام  
اس سے زیادہ اولیٰ واجب ہے۔

## کیا مسجد نبوی کی طرح مسجد اقصیٰ کا بھی قصد کیا جاتا ہے

غور و فکر کرو! اللہ ہم پر رحم فرمائے! کیا مسجد اقصیٰ کی طرف رقت سفر باندھا جاتا  
جیسا کہ مسجد نبوی کی طرف باندھا جاتا ہے۔ ملائکہ مسجد اقصیٰ کی بھی فضیلت مسلمہ ہے  
یہ بہت واضح اور ظہری دلیل ہے اور قوی برہان ہے کہ جو ان سے عزائم اور مقروں پر ابھار  
رہا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہی تو ہے۔

اسے مخاطب اس بات پر دھیان رہے کہ صرف مسجد نبوی کی طرف سامان سفر  
باندھنا یہ اہل تمیز سے پہلے کسی شخص نے بھی نہیں کیا۔

حاصل کلام یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کی زیارت کے جواز پر قوی اور  
عملی اجماع ایسے ہی ظاہر و ثابت ہے جیسے کہ پہاڑ ٹنکر ڈالے کھڑے ثابت  
و ظاہر ہیں! والحمد للہ الذی بنعمتہ تنصرون (صالحات)

اور پھر جو الفاظ امام مالک سے زیارت گنبد خضریٰ کے بارے میں داروین وہ اجماع کے خلاف نہیں ہیں کیونکہ ان الفاظ کا جواب و حمل انہی کے اصحاب نے وضع کر دیا ہے جیسا کہ اپنے حمل پر اس کا بیان ہے۔ اور اسی کے مثل معاملہ ہے امام محمد الجوبینی کے الفاظ کا جو کہ نذر کے متعلق ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق زیارت روضہ مقدسہ سے ہرگز نہیں ہے۔ جیسا کہ امام تقی الدین السبکی نے شفاء السقام - ص ۱۲۱ تا ۱۲۲ تحقیق کی ہے۔



قرآن نبوی

## لائتہ الرجال کا صحیح مفہوم !

یہ حدیث شریف زیارت کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی۔  
 مخفی نہ رہے کہ ساتویں صدی ہجری میں تنہا ابن تیمیہ نے سفر زیارت النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے منع ہوتے پر فتویٰ دیا۔ اور اس کے شاگرد ابن عبد البہادی نے  
 اس کے فتاویٰ سے اکثر جگہ پر نقل کیا ہے کہ ابن تیمیہ نے صرف زیارت نبوی کے  
 لئے سفر کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

اور ابن تیمیہ کے فتویٰ حیات اور مناظرات و تصنیفات اور اس کے فتنوں  
 کا تعاقب کیا گیا۔ اور اکثر علما کرام نے اس کے رد میں کتب و مقالات لکھے۔

### الحافظ الامام ابن حجر عسقلانی

نے اس فتنہ کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرمایا۔  
 حاصل کلام یہ کہ عنائے ابن تیمیہ پر یہ الزام لگایا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے روضہ اقدس کی طرف سفر کرتے کو حرام کہتا ہے۔  
 پھر حافظ صاحب نے فرمایا۔

کہ یہ مسائل میں سے بدترین مسئلہ ہے جو ابن تیمیہ سے صادر ہوا ہے۔

(الفتوح الباری ۶/۵)

## امام حافظ ابو زرعه العراقی :

نے اپنے بعض جوابات جو کہ : الاجوبة المرفوعة عن الاسئلة الملكية کے نام سے مشہور ہیں اس میں ایسے مسائل تحریر کیے ہیں جن میں ابن تیمیہ : منقروہ تھا ہے ۔

فرماتے ہیں تیمیہ کے بہت قبیح مسائل میں سے مسئلہ طلاق اور مسئلہ زیارت ہے اور ان دونوں کا رد بلیغ امام تقی الدین السبکی نے کیا ہے اور اس سلسلہ میں مستقل تصنیف لکھی ہے اور بہت خوب رو کیا ہے ۔

اسی طرح دوسرے مقام پر : طرح التشریب ۲/۴۴ میں فرمایا ۔  
اور شیخ ابن تیمیہ اس مقام پر عجیب قبیح کلام صادر ہوا ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کی طرف سامان سفر باندھنے کی حرمت کو متضمن ہے ۔ یہ کلام ٹکی نہیں بلکہ اس کی ضد ہے ۔ اور اس پر امام تقی الدین السبکی نے شفاء السقام میں اس کا خوب رد کر کے اہل ایمان کے دلوں کو شفا دی ہے ۔

## حافظ صلاح الدین خلیل بن کیمکدہ العلامی

نے ان مسائل میں جن میں ابن تیمیہ متفرد ہے کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان مسائل میں سے وہ مسئلہ شیعہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر پر جانا گناہ ہے لہذا اس میں نماز قصر نہیں کی جائے گی ۔ اور اس مسئلہ میں وہ حد سے گزر گیا حالانکہ اس سے پہلے مسلمانوں میں سے کسی ایک عالم نے بھی ایسی بات نہیں کی ۔

اس کے اس قول نے امت میں قتلوں کا دروازہ کھول دیا اور اللہ اس کا فیصلہ فرمائے اور اس کے فیصلوں کو کوئی روکرتے والا نہیں ہے۔

## ابن تیمیہ کی سب سے بڑی دلیل کا تفصیلی رد

ابن تیمیہ کی روئے رسول کی طرف عدم سفر پر سب سے بڑی دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا تشد الرحال الا الى ثلاثة  
مساجد المسجد الحرام والمسجد  
ساان سفر نہ باندھا جائے سوائے  
ان تین مساجد کے۔ مسجد حرام،  
الاقصىٰ ومسجدى هذا۔ مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

تو اس سے استدلال۔۔۔ کا کئی وجہ سے جواب دیا گیا ہے۔

اس حدیث میں استثناء مفرغ ہے (کہ یہاں مستثنیٰ منہ مقدر ہوتا ہے)۔  
لہذا مستثنیٰ منہ مقدر مطلقاً لازمی ہے۔ وہ اگر عام ہو تو اس کے لیے مستثنیٰ منہ بھی  
عام ہی نکالا جائے گا کیونکہ استثناء معیار عموم ہے تو اب عبارت یوں ہوگی۔

لا تشد الرحال الى مكان الا الى  
المساجد الثلاثة۔  
نہیں مساجد کے علاوہ کسی جگہ کے  
لئے بھی ساان سفر نہیں باندھا جائیگا۔

تو یہ بات بالبداهت باطل ہے۔ کیونکہ اس صورت میں ہر سفر منع و ناجائز ہو جائیگا۔

## مسلمہ نحوی قاعدہ

لیکن یہ ضابطہ واضح رہے کہ مستثنیٰ متقل کے لیے مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہونا  
ضروری ہے۔

شیخ ابن النجار حنبلی نے (شرح الملوکب المنیر، ۲۸۶/۳) میں استثناء مفرغ کو

موتے ہوئے کہا۔ غیر جنس سے بھی استنساہ صحیح نہیں ہوتا جیسے کہ جہاں القوم الاھمار۔ (قوم  
آئی سوائے گدھے کے) کیونکہ گدھا قوم میں داخل نہیں ہے یا جیسے۔

عندی مائة درهم والادینا تیرے پاس سو درہم ہیں سوائے دینار  
کے۔

صحیح روایت کے مطابق امام احمد سے بھی یہی مروی ہے اور ہمارے اصحاب  
حنابلہ میں سے اکثریت نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ امام عزانی نے (المنقول ۱۵۹)  
میں اسی کو پسند کیا ہے۔

جس نے بھی غیر جنس سے استنساہ کے جواز کا قول کیا ہے تو وہ مجاز ہے۔  
کیونکہ حقیقی طور پر یہ کہنا صحیح نہیں تمام القوم الاھمار (قوم کھڑی ہوئی گدھا) ہاں  
اگر اس سے مراد مجاز ہے وقوت آدمی ہو تو پھر جائز ہوگا۔ ابن ہرمان نے "المدخل  
۱۱۷" میں اسی طرح بیان کیا ہے اور اسی میں ہے کہ: الخرقی نے مختصر میں کہا  
ہے جس نے کسی شے کا اقرار کرتے ہوئے غیر جنس سے استنساہ کیا تو یہ استنساہ  
باطل ہوگا۔

اور امام ابو اسحاق شیرازی نے (اللمع ص ۳۳۰-۳۳۱ مع شرح نزہۃ  
المشتاق للشیخ یحییٰ مان لکھی میں اس بات کو واضح کیا کہ غیر جنس سے استنساہ از  
قبیل مجاز ہوتا ہے۔ مختار قول یہی ہے کہ مستثنیٰ کا مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہونا ضروری  
ہے اور یہی مذہب حنابلہ کا ہے اور جس نے اس کے سوا کو جائز کہا ہے تو وہ مجازاً  
کہا ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف نہیں بلکہ اتفاق و اتحاد ہے۔

جب یہ اصول واضح ہو گیا تو اب اس حدیث میں مقدم مستثنیٰ منہ مستثنیٰ کا  
جنس ہی سے ہوگا تو اب عبارت حدیث یوں ہوگی۔

لا تشد الرحال الی (مسجد) الا کہ تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کعبہ

کا مطلب یہ ہے کہ وہ نوع اور وصف میں مستثنیٰ کے مناسب ہو مثلاً آپ کہتے ہیں  
 مارأیت الا زیداً۔ اب تقدیر عبارت یوں ہوگی مارأیت رجلاً واحداً الا زیداً  
 یہ نہیں ہو سکتی، مارأیت شیئاً اوحیواناً الا زیداً۔ تو اسی اصول کے تحت حدیث  
 شریف کی عبارت یوں ہوگی۔

لا تشد الرحال الی مسجد الا الی ان یمس الجدار کے علاوہ کسی مسجد  
 ثلاثہ مساجد۔ کی طرف سامان سفر نہ باندھا جائے

اس مسئلہ پر ہمارے دور میں بلاد شامیہ میں کئی مناظرے ہوئے ہیں اور طرفین  
 میں سے ہر ایک نے اس پر کتب لکھی ہیں یہاں ہم اس کی تفصیل میں نہیں جلتے۔

## امام بدر الدین عینی حنفی فرماتے ہیں

مشاۃ ارحل سفر سے کنایہ ہے کیونکہ وہ سفر کے لیے لازم ہے اور یہاں مستثنیٰ  
 مفرغ ہے۔ پس تقدیر کوام یوں ہوگا۔

لا تشد الرحال الی موضع أو مکان  
 کہ کسی جگہ اور مکان کی طرف سامان سفر  
 نہ باندھا جائے۔

سوال: اگر کہا جائے کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ اس کے سوا کسی بھی مکان یا جگہ کی طرف  
 سفر نہ کیا جائے حتیٰ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت کے لیے بھی سفر کرنا ناجائز ہو  
 جائے گا۔ کیونکہ مستثنیٰ مفرغ میں مقدار مستثنیٰ منہ اعم العام ہونا چاہیئے۔

جواب:۔ تو ہمارا جواب یہ ہوگا کہ یہاں اعم العام سے مراد یہ ہے کہ وہ مستثنیٰ کے  
 نوع اور وصف میں مناسب ہو مثلاً۔ مارأیت الا زیداً تو یہ تقدیر عبارت یوں  
 ہوگی۔ مارأیت رجلاً واحداً الا زیداً ایسے عبارت نہیں ہوگی مارأیت شیئاً اوحیواناً الا  
 زیداً پس یہاں اس حدیث شریف میں بھی اسی اصول کے تحت عبارت یوں ہوگی۔

## حدیث سے اس معنی کی تائید

اور مستثنیٰ منہ کی تعیین میں شہر بن حوشب کی روایت مشہور ہے اس کو امام احمد نے (مسند امام احمد ۶۴/۳ و ۶۴/۹) میں اور ابویعلیٰ نے اپنی: مسند ۴۸۹/۶ میں روایت کیا ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی نے (فتح الباری ۶۵/۳) میں فرمایا شہر بن حوشب: "حسن الحدیث" ہے اگرچہ اس میں قدرے ضعف ہے۔ اور اس کو امام ذہبی نے اپنی کتاب (فہم تکلفیہ دھو موثق ص ۱۰۰) میں بیان فرمایا ہے۔ تو یرادی ان میں سے ہے کہ جن کی روایت امام ذہبی کے نزدیک بھی: حسن: ہے۔ پس یہ دونوں جلیل القدر امام جو کہ حفظ اور معرفت رجال کے بلند و بالا سپاڑ ہیں وہ شہر بن حوشب کی حدیث کو "حسن" قرار دے رہے ہیں تو اب: انبائی: کا شور و غوغا قابلِ توجہ ہی نہیں اور اس کا واضح رد بھی اپنے مقام پر آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس لئے شارحین حدیث نے بھی مسجد ہی کو مستثنیٰ منہ مقدر مانا ہے

## علامہ کرمانی

علامہ کرمانی نے (شرح صحیح بخاری ۱۲/۱) میں "الای ثلاثۃ مساجد" پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔

• یہاں استثناء مفرغ ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ یہاں مستثنیٰ منہ عام مقدر ماننا چاہیے جو کہ نقطہ موقع یا مکان ہے تو اب حدیث کا معنی یہ ہو گا کہ ان مساجد کے علاوہ کسی جگہ کا بھی سفر جائز نہیں حتیٰ کہ سیدنا خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کیلئے بھی سفر منع ہو گا کیونکہ مفرغ میں مقدر مستثنیٰ منہ کا اعم العام ہونا ضروری تو یہی (کرمانی) کہتا ہوں کہ مستثنیٰ منہ اعم العام ہوتے



لا تشد الی مسجد الالی ثلاثۃ ان تینوں کے سوا کسی مسجد کی طرف بھی  
سامان سفر نہ باندھو

(عمدة القاری ۲/۶۷۶)

## حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی (فتح الباری ۴/۶۶) میں فرماتے ہیں

بعض محققین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان لا الا ثلاثۃ مساجد کے بارے  
میں فرمایا۔

یہاں مستثنیٰ منہ محذوف ہے۔ وہ محذوف یا تو عام ہوگا تو عبارات یوں ہوگی۔

لا تشد الرحال الی مکان فی ای کہ کسی بھی مکان کی طرف کسی بھی کام  
امرا الالی الثلاثۃ۔ کیلئے سامان سفر نہ باندھا جائے مگر

ان تین کی طرف یا محذوف خاص ہوگا۔

نہی صورت درست نہیں۔ کیونکہ اس سے تو سفر تجارت رشتے داروں سے ملاقات  
اور طلب علم کیلئے سفر ناجائز اور منوع ٹھہرے گا۔ لہذا دوسری صورت متعین ہو جائے گی  
کہ مستثنیٰ منہ خاص مانا جائے تو اولیٰ یہ ہے کہ اس لفظ کو مفذر مانا جائے جو زیادہ مناسب ہو  
تو وہ مسجد کا لفظ ہوگا اور عبارت یوں ہوگی۔

لا تشد الرحال الی مسجد للصلاة ان تینوں مساجد کے سوا کسی مسجد کی

الالی الثلاثۃ طرف نماز پڑھنے کیلئے سامان سفر نہ

باندھا جائے۔

تو اس سے ان لوگوں کا قول باطل ہو گیا جو اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کی قبر منورہ اور اولیاء کی قبروں کی زیارت کے لیے سفر منع کرتے ہیں۔

اہم نوٹ :-

اس میں مفذر مستثنیٰ منہ مسجد کو ہی بنانا ابن تیمیہ کی گفتگو کے بھی موافق ہے کیونکہ

انہوں نے اپنے (فتاویٰ ۱۲/۷۷) میں کہا کہ یہاں مقدر دومیں سے ایک ہے۔ یا یہ کہا جائے: لا تشد الرحال۔ الی مسجد، الا الی المساجد الثلاثة، کسی مسجد کی طرف سوائے ان تینوں کے سامان سفر نہ باندھا جائے۔

پس اس میں لفظ کے ساتھ اس سے ممانعت ہوگی۔

کاش ابن تیمیہ اسی پر اکتفا کرتے لیکن آگے کہا پس ان تینوں مساجد کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سامان سفر باندھنے کی ممانعت تو لفظی ہے۔ اور اس کے علاوہ تمام ایسی جگہیں کہ جن کی فضیلت کا اعتقاد کیا جائے ان کی ممانعت سیاقاً از خود واجب ہے آگے کہا جب مبارک اور افضل جگہوں کی طرف سفر منع ہے تو مفضل کی طرف تو بطریق اولیٰ منع ہوگا۔

میں (سعید مدوح) کہتا ہوں کہ حق اور سچ بالکل اس کے خلاف ہے کیونکہ جب ان تین مساجد کے فضیلت میں مخصوص ہونے کی وجہ سے ان کی زیارت کے لیے سفر مستحب نہیں تو بطور دلالت النفس روضہ اطہر کا سفر بطریق اولیٰ مستحب ہوگا کیونکہ یہ تین مساجد کی طرف سفر سے زیارت نبوی کے لیے سفر بہر طور افضل ہو گا وجہ واضح ہے کہ زمین کا وہ حصہ جو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جہر اطہر کو مس کر رہا ہے وہ ان تینوں مساجد سے کیسی اعلیٰ و افضل ہے۔

## روضہ اطہر کائنات کی تمام جگہوں سے افضل ہے

حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔

ان البقعة التي فيها جسد النبي	جس بقعہ مبارکہ میں نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم افضل من	صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اقدس
کل شیء حتی الکمرسی والعروش	ہے وہ جگہ ہر شے سے افضل ہے

شعرا لکعبۃ ثمر المسجد النبوی ثمر  
 حق کہ عرش و کرسی سے بھی پھر اس  
 المسجد الحرام ثمر مکہ  
 کے بعد کعبہ پھر مسجد نبوی پھر مسجد حرام  
 اور پھر مکہ۔

## حضرت امام قاضی عیاض الشافری فرماتے ہیں :

الاجماع علی انها افضل  
 اس پر اجماع امت ہے کہ آپ  
 بقاع الارض !  
 کا روضہ منور تمام زمین سے افضل ہے  
 اور آپ سے پہلے ماکبیر میں سے امام ابو الولید الباجی الماکبی وغیرہ اور ان کے بعد  
 امام قرطبی وغیرہ نے اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی تفصیل (معارف السنن ۴/۳۲۳)  
 میں ملاحظہ کیجئے۔

اس پر اب ابن تیمیہ کا کہنا کہ۔

پس جب زیادہ فضیلت والی جگہوں کی طرف سفر کرنا منع ہے تو کم فضیلت والی جگہوں  
 کی طرف تو بطریق اولیٰ منع ہوگا۔ ابن تیمیہ کو چاہیے تھا کہ یہاں یہ الفاظ بھی زیادہ  
 کتنا کہ دلالت النص کے طور پر۔ افضل مکان و جگہ اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (توبہ)  
 کی طرف بھی سفر کا زیادہ حق ہے یعنی اگر مفضول کی طرف سفر منع ہے تو ان سے افضل  
 کی طرف سفر بھی افضل ہوگا۔

۱۰ روضہ شریف کائنات کی ہر جگہ سے حتیٰ کہ عرش عظیم سے بھی افضل ہے اس  
 کا مفصل بیان بندہ کی کتاب العقیدۃ العیجیۃ فی شرح حیات الانبیاء میں  
 ملاحظہ فرمائی۔ (مترجم غزلہ)

## دوسری وجہ

امام تقی الدین السبکی شفاء السقام ص ۱۸ میں فرماتے ہیں :  
 علم ہونا چاہیے کہ اس حدیث شریف میں مستثنیٰ مفرغ ہے اس لیے تقدیراً  
 عبارت یوں ہوگی۔

لا تشد الرحال الی مسجد الا الی المساجد الثلاثة ؛ کہ ان تینوں مساجد کے  
 سوا کسی مسجد کی طرف سامان سفر نہ باندھا جائے۔ یا بھر عبارت اس طرح ہوگی۔  
 لا تشد الرحال الی مکان الا الی المساجد الثلاثة ؛ ان تین مساجد کے  
 علاوہ کسی جگہ کی طرف بھی سامان نہ باندھا جائے۔ ان دونوں صورتوں میں سے  
 ایک کا مانتا ضروری ہوگا تاکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کے تحت ہو اور پہلے کو (یعنی مسجد)  
 کو بیان مقدر مانتا اولیٰ ہے کیونکہ وہ جنس قریب سے ہے۔ ادا اگر اس حدیث  
 کے عموم کا اعتبار کیا جائے یعنی کسی جگہ کہ طرف بھی سامان سفر نہ باندھا جائے سوائے  
 ان تین مساجد کے یعنی جس عموم کی طرف ابن تیمیہ گیا ہے۔

## سفر مطلوب کے دونوں اسباب زیارت نبوی میں ہیں :

آگے چل کر امام السبکی نے جو (ص ۱۱۹-۱۲۱) میں بیان فرمایا اس کی تلخیص  
 یہ ہے۔

سفر کا باعث دو باتیں ہوں گی یا تو طلب علم اور زیارت والدین یا اس  
 کے مشابہہ کسی اور غرض کیلئے سفر کرنا تو یہ بالاتفاق مشروع و جائز ہے۔

دوسرا وہ سفر ہے جس کا مقصد کسی خاص مقام پر جانا ہے۔ جیسا کہ مکہ و مدینہ یا بیت المقدس کی طرف سفر کرنا۔ اور حدیث ان سب پر مشتمل ہے۔

لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر اس حدیث کے تحت نہیں آتا کیونکہ مافر صرف اس جگہ کی تعظیم کے لیے سفر نہیں کرتا بلکہ وہ ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اس روضہ شریف میں کو محرابِ منبرحت ہیں ان کی تعظیم کے لیے سفر کرتا ہے۔ تو یہ قطعاً اس حدیث کے تحت نہیں آئے گا بلکہ یہ پہلی قسم (یعنی والدین اور طلب علم کے لیے سفر) میں داخل ہوگا جو جائز ہے۔

پس سفر سے ممانعت دو امور کے ساتھ مشروط ہے۔

نمبر ۱:- اس سفر کی غایت ان تین مساجد کے علاوہ ہو۔

نمبر ۲:- یہ سفر اس جگہ کی تعظیم کے لیے ہو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر کی غایت انہی تینوں مساجد میں سے ایک مسجد ہے اور اس سفر کی علت اسی بقعہ مبارکہ میں ساکن کی تعظیم ہے نہ کہ بقعہ کی، تو کس طرح اس سفر کی ممانعت ہوگی۔

بلکہ میں کہتا ہوں کہ سفر مطلوب کے دو سبب ہیں۔

۱۔ سفر کی غایت ان تین مساجد میں سے کوئی ایک مسجد ہو۔

۲۔ سفر اللہ کی عبادت کے لیے ہو اگرچہ ان تینوں کے علاوہ کسی اور طرف ہو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے سفر میں یہ دونوں سبب پائے جاتے ہیں لہذا یہ طلب کا اعلیٰ درجہ ہے اور اس کے علاوہ کسی اور سفر میں یہ دونوں سبب نہیں پائے جاتے بلکہ ایک سبب ہوگا اس کی طلب بھی کم درجہ پر ہوگی۔

اور اگر سفر کی غرض و غایت ان تینوں مساجد میں سے کسی ایک کی طرف ہو تو

یقیناً یہ قصد صالح کی نیت سے قربت اور نکی ہوگی۔

## کسی جگہ کی تعظیم کے لئے سفر منع ہے

سادہ سفر جہان تینوں مقامات کے علاوہ کسی اور مکان کی طرف اس کی تعظیم کے سلیقے ہو۔ تو اسی بارے میں یہ حدیث وارد ہے کہ یہ سفر منع ہے (جیسا کہ بعض تابعین حضرات سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر سے عرض کیا۔ میرا ارادہ ہے کہ میں کوہ طور پر جاؤں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

سامان سفر صرف تین مساجد۔ مسجد حرم۔ مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کی طرف باندھا جاتا ہے لہذا چھوڑ دینا اور وہاں نہ جاؤ۔

حاصل کلام یہ کہ۔ اگر اس حدیث کو عموم پر معمول کیا جائے جو کہ ابن تیمیہ کی مراد کے موافق ہے تو پھر یہ حدیث مطلقاً زیارت سے تو منع نہیں کرتی کیونکہ مسافر جگہ کے ساکن کی زیارت کیلئے جاتا ہے۔

جیسا کہ عالم کی زیارت اور رشتہ دار کی زیارت تو اس کے جواز پر اجماع ہے باقی حدیث شریف صرف اماکن کے بارے میں وارد ہے۔ غور و فکر سے کام لے کر فائدہ اٹھاؤ اللہ تعالیٰ امام سبکی کو جزائے خیر و عزت عطا فرمائے انہوں نے حدیث کے مفہوم کو پایا۔

## اہم نوٹ

امام سبکی کی تقریر میں یہ صراحت ہے کہ یہ حدیث صرف اماکن کی طرف سفر کی ممانعت کے ساتھ خاص ہے! اور اس میں ابن تیمیہ بھی متفق ہے جیسا کہ اس نے اپنے (فتاویٰ ۲۱/۲۷) میں کہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لا تشد الرجال الا الى ثلاثة مساجد  
ہر اس سفر کو جو کسی مکان مقصودہ کی طرف کیا جائے منع کرتا ہے۔ بخلاف سفر تجارت  
اور طلب علم وغیرہ کے کیونکہ وہاں اس حاجت کا حصول مقصد ہوتا ہے۔ اور اسی طرح  
اسلامی بھائی کی زیارت کے لیے سفر کرنا کیونکہ وہ جہاں بھی ہو وہ مقصود ہے۔

میں کہتا ہوں اس طرح یہ حدیث مختلف مقامات کی طرف سفر کی ممانعت کے  
ساتھ خامن ہوگی۔ جب یہ واضح ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری اس  
حدیث کے تحت ممانعت میں داخل نہیں ہے کیونکہ تو حاضری اور روضہ شریف  
میں محو امتزاجت شخصیت کی طرف سفر ہے نہ کہ صرف روضہ شریف کیلئے (فقد ہر)  
اب ہر ذی فہم شخص پر واضح ہو جائے گا حدیث لا تشد الرجال سے آپ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری سے ممانعت پر استدلال اجنبی اور پوہا پن ہے۔

## تیسری وجہ :-

اس حدیث میں نہی وجہ واحد (حرام) پر نہیں بلکہ اس میں علما کا اختلاف  
کہ یہ نہی کس وجہ سے ہے ؟

## امام ابن بطال نے فرمایا :-

یہ حدیث علماء کے نزدیک اس شخص کے لیے ہے جس شخص نے ان تین مساجد  
کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی

## امام ابوسلیمان الخطابی فرماتے ہیں !

یہ (لا تشد الرجال) حدیث، نذر کے بارے میں ہے۔ اگر انسان نذر مانے کہ میں

فلاں مسجد میں نماز پڑھوں گا تو اس کو اختیار ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھے یا کسی اور مسجد میں نماز پڑھے بخلاف ان تینوں مساجد میں سے کسی ایک مسجد کے کیونکہ اگر ان تین مساجد میں سے کسی ایک میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس کو پورا کرنا اس پر واجب ہوگا۔ کیونکہ یہ انبیاء کرام کی مساجد ہیں اور ہم کو ان کی اقتدار کا حکم دیا گیا ہے۔

(معالم السنن ۴/۲۴۴)

اور یہ ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ نذر صرف طاعت میں ہی واجب ہوتی ہے تو اس حدیث کا معنی یہ ہوا کہ جس شخص نے ان تین مساجد میں سے کسی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس پر اس نذر کا پورا کرنا لازم ہے۔ اور جس نے ان تینوں کے علاوہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس پر اس کو وفا کرنا واجب نہیں ہے

۱۰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری نیکی و طاعت ہے لہذا جس نے آپ کی قبر منورہ پر حاضر ہونے کی نذر مانی تو اس پر اس نذر کا پورا کرنا واجب ہو گا، قاضی ابن کجے شافعی نے فرمایا۔

اذا نذر ان یزور قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعتدی انہ یلزم الوفا بذات وجہ واحد۔

اگر کسی شخص نے نذر مانی کہ وہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے گا تو ہر وجہ سے اس پر یہ نذر پوری کرنا لازم ہے۔

(المجموع : ۸/۳۷۶)

امام ابن کجے (الفتح الکاف) کا نام یوسف بن الدنوری ہے۔ امام قاضی ابن شہبہ (۱۹۶/۱) فرماتے ہیں کہ وہ مشہور آئمہ میں سے ہیں اور مذہب شافعی کے حفاظ حنفیوں اور اصحاب وجہ المتقین میں سے ہیں حفظ مذہب شافعی میں مغرب المثل ہیں۔



## امام نووی نے فرمایا :-

اس میں کوئی اختلاف نہیں سوائے اس کے جو کہ امام لیث سے مروی ہے کہ اس کو پورا کرنا واجب ہے۔ اور اس مسئلہ میں حنا بلہ سے ایک روایت ہے کہ اس شخص پر قسم کا کفارہ ہوگا اور نہ رمنقہ نہیں ہوگی۔ اور مالکیہ سے روایت ہے کہ جب عبادت کسی کے ساتھ متعلق کر کے محقق کر دی گئی ہو جیسا کہ سرسے وغیرہ تو اس کو پورا کرنا واجب ہے ورنہ نہیں امام محمد بن مسلمہ مالکی سے مسجد قبا کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیر ہفتہ وہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔  
(المجموع ۳۷۷/۸)

## امام ابن بطلال نے فرمایا :-

جس نے ادبیار اللہ کی مساجد میں نماز پڑھنے اور ان کے ساتھ تبرک حاصل کرنے کا ارادہ نفلی طور پر کیا تو یہ مباح ہے، اگرچہ اس میں سفر ہو۔ کیونکہ اس حدیث میں اس پر کوئی ممانعت نہیں

## امام نووی فرماتے ہیں :-

ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی وہ قول ہے جس کو امام الحرمین اور محققین علما نے اپنایا ہے کہ یہ سفر نہ حرام ہے اور نہ ہی مکروہ باقی علما نے فرمایا ہے کہ اس حدیث میں مراد یہ ہے کہ نفیلت ثمانہ یہ ہے کہ شداد حال خاص انہی تین مساجد کے ساتھ ہے۔

(شرح صحیح مسلم) (۱۰۷/۹)

## امام ابو محمد ابن قدامہ المقدسی الحنبلی فرماتے ہیں:-

اگر قبور اور مشاہد کی زیارت کے لیے سفر کیا تو اس کے بارے میں امام ابن عقیل حنبلی نے فرمایا، کہ اس سفر میں قصر نہیں کیونکہ ایسا سفر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین مساجد کے سوا کسی کی طرف سامان سفر نہ باندھا جائے۔

لیکن اس میں صحیح قول اباحت کا ہے اور اس سفر میں نماز قصر کی مانگی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا پیدل اور سوار ہو کر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبور کی زیارت بھی فرماتے تھے اور حکم فرمایا۔ کہ تم زیارت کیا کرو یہ تمہیں حضرت اُمّ حضرت یاد کروایا کریں گی یہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان،

لا تشد الرجال الا الى ثلاثة مساجد، میں صرت تفضیل کی نفی ہے تحریم نہیں اور قصر نماز کی اباحت میں فضیلت شرط نہیں ہے لہذا فضیلت کی نفی نماز قصر کی اباحت کی نفی نہیں ہوگی۔  
(الفتحی ۱۳/۲-۱۳)

۱۔ زیارت مطلقاً ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقال کو متعلق ہے؛ تو لفظ زیارت و عمل کیا جائے گا انتقال پر خواہ سفر کے ساتھ ہو یا بغیر سفر کے۔ پس ابنی قدامہ کا استدلال ایک فقیہ اور ماہر کا استدلال ہے۔ ابن تیمیہ نے ابن قدامہ کا تعقب کیا — اور کہا کہ زیارت کا لفظ بغیر سفر تک ہی محدود ہے ابن تیمیہ کام محل نظر ہے۔ اور حق ابن قدامہ کے ساتھ ہے۔

اور اسی کے مثل امام ابو الفرج ابن قدامہ نے شرح البکیر (۲/۹۳) میں بیان فرمایا۔

## امام الحرمین نے فرمایا!

ظاہر اور واقعہ یہی ہے کہ نہ تو اس (غیر مساجد مثلاً شہ کی زیارت) میں تحریم ہے اور نہ ہی کراہت۔ ایسے ہی شیخ ابو علی نے فرمایا اور اس حدیث کا مقصود صرف ان تین مساجد کے ساتھ قربت کی تخصیص بیان کرنا ہے۔

(الروضة ۲/۳۲۳ و (المجموع: ۸/۳۷۵)

مذکورہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ ان تین مساجد میں نماز دیگر مساجد کی نسبت زیادہ ثواب و اجر رکھتی ہے لہذا نذر کا پورا کرنا صرف انہی کے ساتھ خاص ہوگا۔ اور ان کے علاوہ تمام مساجد میں نماز کا ثواب ب برابر ہے اور ان کی طرف سفر مباح ہے اور اس میں نماز قصر جائز ہے

## نذر پر محمول کرنے والوں کے دلائل:

اور اگر یہ پوچھا جائے کہ جو تم نے بیان کیا ہے اس کی تائید میں تمہارے پاس کچھ ہے تو میں اللہ کی توفیق و استعانت سے عرض کرتا ہوں۔ کہ جن لوگوں نے اس حدیث کو نذر کے ساتھ خاص کیا صحیح ذیل دلائل ان کی تائید کرتے ہیں۔  
(۱) صحیح حدیث (کہ جس کی اسناد کے رجال مسلم کے راوی ہیں) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان خیس ما رکبت الیہ الروحا حل سب سے افضل جس کی طرف کجاو کس  
مسجد کا ہذا وال بیت العتیق ۔ سفر کیا جائے وہ میری یہ مسجد اور اللہ کا

کا پاک گھر (خاتمہ کعبہ ہے)

اس حدیث کی تخریج آئمہ صفحات میں آئے گی (انشاء اللہ) اس حدیث میں صراحت ہے کہ ان دونوں (مسجد نبوی و مسجد حرام) کے علاوہ دیگر مساجد اور مقامات کی طرف بھی سفر جائز ہے۔

## مسجد قبا میں دو رکعتیں، بیت المقدس کے سفر سے افضل ہیں

(۲) فقہر صحابہ: یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حدیث (لا تشد الرجال) سے یہی سمجھا ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف بھی سفر کرنا جائز ہے جیسا کہ امام عمر بن شہر نے (تاریخ المدینہ ۱/۴۳۸) میں روایت کیا۔

عبد الصمد بن عبد الوارث حدیثاً

صخر بن جویریہ عن عائشة

بنت سعد بن ابی وقاص قالت

سمعت ابی یقول الا ان اصلی

فی مسجد قبا رکعتین أحب الیّ

من ان آتی بیت المقدس متین

لو یعنون ما فی قبا لقمی بوالیہ

الکیاد الابل

گو اس سفر میں دو رکعتیں :

امام ابن حجر نے فرمایا

اس کی سند صحیح ہے

اسناد صحیح

(فتح الباری ۳/۶۹)

## مسجد قبا دنیا کے کسی کنارے پر بھی ہو تو ہم پھر بھی زیار کیلئے جاتے

ابن ابی شیبہ نے اسی طرح "معرفت ۲/۳۷۲، عبد الرزاق نے (معرفت ۵/۱۳۳) میں روایت کی۔

الثوري عن يعقوب بن ميمع حضرت عمر بن الخطاب رضي الله عنه  
بن حارثه عن ابيه عن حمير نے فرمایا کہ اگر مسجد قبا آفاق کے کناروں  
بن الخطاب انه قال : لو كان میں سے کسی کنارے پر ہو تو ہم  
مسجد قبا في افاق من الآفاق اس کی طرف بھی سفر کرتے۔  
من بنا اليه فكباد المولى

## حضرت عمر راوی حدیث ہونے کے باوجود یہ فرما رہے ہیں :

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حدیث (لا تشبه الرجال) کے راوی ہیں اگر وہ جانتے  
کہ اس حدیث میں نہی تحریم کیلئے ہے تو وہ مسجد قبا کے بارے میں مندرجہ بالا منقولہ  
برگوندہ فرماتے  
اسکی اسناد حسن ہیں کیونکہ۔

يعقوب بن ميمع کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے اور اس سے امام ثوری - بیہ  
امام نے روایت لی ہے۔ امام حافظ الذہبی نے (الکاشف ۲/۳۹۵) میں اس  
کی "توثیق" کی ہے اور ان کے والد مجمع بن جاریہ صحابی ہیں۔

اور اس اثر کی ایک اور سند بھی ہے جس کو امام عمر بن شیبہ نے (تاریخ المدینہ  
۴/۱) میں بیان فرمایا ہے۔ اس میں راوی امامہ بن زید بن اسلم ہے اگرچہ حفظ  
کی وجہ سے اسکی تصحیف کی گئی ہے لیکن وہ متابع اور شواہد کی صلاحیت رکھتا ہے

## حضرت ابوہریرہ نے راوی حدیث ہونے کے باوجود طور کا سفر کیا۔

امام احمد نے (مسند ۶/۳۹۷) اور امام طبرانی نے (المعجم الکبیر ۲/۳۱۰) میں روایت کیا۔

مرقد بن عبد اللہ البیڑی عن  
ابن بصرہ الغفاری قال لقیته  
ابا ہریرہ وهو یسیر الی مسجد یطو  
لیصل فیہ قال فقلت لہ: لو ادر  
کنتہ قبل ان ترحل ما ارتحلت  
قال: فقال: ولیم؛ قال: فقلت  
انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم یقول: لا تشد الرحال  
الا لثلاثۃ: المسجد الحرام  
والمسجد الاقصیٰ، ومسجدی  
حضرت ابوہریرہ حضرت البصرہ رضی اللہ عنہ سے اس حال میں ملے کہ آپ مسجد  
طود کی طرف سفر میں تھے تو جب حضرت البصرہ نے حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث  
بیان فرمائی تو آپ واپس نہیں لوٹے اگر حضرت ابوہریرہ اس حدیث سے تحریم سمجھتے  
تو واپس پلٹ جاتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

بلکہ وہ سرے سے اس نیت کے ساتھ گھر سے نکلتے ہی کہ یہ نیکو کہ وہ تو خدا اس  
حدیث کے راوی بھی ہیں۔ پس آپ رضی اللہ عنہ کا فعل اس پر دلالت کرتا ہے کہ

یہ حدیث ان کے نزدیک حرمیت سفر پر دل نہیں۔

اکابر صحابہ کے فہم حدیث کے بعد کوئی دلیل کوئی حجت اور کوئی برہان کا مطالعہ کیا جاسکتا۔ ان سابقہ دلائل سے معلوم ہو گیا کہ حدیث لاشد الرجال میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کے لیے سفر پر ممانعت کی کوئی دلیل نہیں۔

اے مخاطب اس کے بعد کسی ایسے شخص کے کلام کی طرف مت دیکھو کہ جس کے کلام میں قنایت و دلتائی کوئی نہیں بلکہ وہ فقط کسی دوسرے کی رائے پر بغیر تامل اور غور و فکر کے عمل کر رہا ہے۔ یا پھر وہ تعصب اور عناد سے کام لے رہا ہے۔

اب ہم اس تصنیف کے اصل مقصد کی طرف آتے ہیں اور وہ مقصد ہے توسل اور زیارت کی احادیث کی تخریج۔

نوٹ :- ہم کتاب کا حصہ احادیث زیارت شائع کر رہے ہیں۔

محمد غاں قادری

# تخریج احادیث الزیارة

حدیث ۱:-

«مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي»

جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ثابت ہوگی۔

اس حدیث کو درج ذیل محدثین نے نقل کیا ہے۔

السنن امام دارقطنی ۲/۲۷۸

الکنی والاسماء امام الدولابی ۲/۲۳

شعب الایمان الامام بیہقی ۳/۳۹۰

تائیس المشافہ فی الرسم امام خطیب بغدادی ۱/۵۸۱

الزیل علی التاریخ امام الابیہی ۲/۱۷۰

تاریخ المدینہ ابن النجار ۲/۱۲۲

الغفران امام عقیلی ۴/۱۷۰

الکامل امام ابن عدی ۲/۲۳۵۰

شفاء السقام امام تقی الدین السبکی ۵ - ۵۱۱

ان تمام حضرات نے یہ حدیث اس سند سے ذکر کی ہے موسیٰ بن ہلال

العبدی عن عبید اللہ بن عمرو وعبد اللہ بن عمرو دونوں حضرات امام تافع سے



اور وہ حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں۔

یہ سند حسن ہے چاہے موسیٰ بن ہلال عبدی عبید اللہ بن عمر سے روایت کرے یا ان کے بھائی عبد اللہ بن عمر یا ان دونوں سے روایت کرے۔

اس کو امام عبدالحق اشبیلی نے صحیح کہا۔

اور امام سبکی نے شفاء السقام نے اس کو صحیح یا حسن کیا۔

امام سیوطی نے منہاہل العفاء فی تخريج احادیث الشفاء میں حسن کہا ہے۔ اور ان کے بعد کے متاخرین نے بھی اس کی تحسین کی ہے اس حدیث میں بعض غلطیاں بیان کی گئی ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی علت صحیح نہیں ہے۔ لیکن ہم ان کو بیان کر کے تفصیلاً ان کے جوابات عرض کریں گے (انشاء اللہ) اس میں مندرجہ ذیل غلطیاں بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ موسیٰ بن ہلال مجہول ہے اور اس حدیث میں اضطراب ہے۔

۲۔ موسیٰ بن ہلال یہ روایت عبد اللہ بن عمر العمری سے روایت کرتا ہے۔ اور اس کی روایت عبید اللہ بن عمر سے صحیح نہیں حالانکہ وہ ثقہ اور حافظ ہے۔

۳۔ عبد اللہ بن عمر العمری ضعیف ہے۔

یہ غلطیاں صحیح نہیں ہیں اور ان غلطیوں پر حدیث پر ضعف کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

۱) موسیٰ بن ہلال۔ حسن الحدیث ہے، اس کے بارے میں امام ابن عدی نے کیا۔ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں امام ذہبی نے فرمایا یہ صالح الحدیث ہے۔ اس سے بہت سارے آئمہ کرام نے روایت لی ہے۔ ان جلیل القدر آئمہ میں سے امام احمد بن حنبل بھی ہیں۔

اور اگر موسیٰ بن ہلال ضعیف بھی ہو تو بھی یہ متفرد نہیں ہے بلکہ اس کے علاوہ دیگر راوی اس کے تابع ہیں لہذا متشددین کے اعتراضات موسیٰ بن ہلال سے زائل ہو گئے۔

حدیث میں اضطراب کا دعویٰ وہاں صحیح ہوتا ہے جہاں روایات کے درمیان موافقت منفرد ہو۔

یہاں تو دو طرح سے موافقت ہو سکتی ہے جیسا کہ انشاء اللہ آ رہا ہے۔

۲۷۔ یہ روایت موسیٰ بن ہلال عن عبید اللہ بن عمر سے کئی سندوں سے ثابت ہے اور عبید اللہ بن عمر ثقہ اور حافظ ہے تو عبید اللہ بن عمر سے روایت کے ثبوت میں طعن کرنے کی مجال نہیں ہے۔

۳۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ موسیٰ بن ہلال موافق عبید اللہ بن عمر بن العمری کے کسی اور سے روایت نہیں کرتا تو بھی (کوئی حرج نہیں) کیونکہ عمری مذکور حسن الحدیث ہے جیسا کہ متعدد ائمہ حدیث نے بیان فرمایا ہے۔

یہ ابن العبادی جس نے عبید اللہ بن عمر العمری کی تضعیف کو سرسراٹھا رکھا ہے اور اس کو اتارنے کے لیے تیار نہیں اور ان کے ضعف کی رٹ لگا رکھی ہے اس نے خود بھی (تنقیح التحقيق ۱/۱۲۲) میں ان سے مروی حدیث سے استدلال کیا ہے یہ تو ایک اجمالی خاکہ تھا یہی چیز ہم ذرا قدرے تفصیل سے عرض کرتے ہیں۔

(واللہ المستعان)

۱۔ اس بات کا اثبات کہ موسیٰ بن ہلال العبیدی حسن الحدیث ہے۔ اس راوی پر کل جرح یہ ہے۔

امام ابو حاتم نے فرمایا۔ مجہول ہے (المجروح والتعديل ۸/۱۶۶) عقیلی نے کہا اس سے حدیث صحیح نہیں اور نہ یہ تابع بن سکتا ہے (الغمام ۴/۱۶۶)

امام دارقطنی نے سوالات البرقانی عن دارقطنی میں کہا مجہول ہے۔ یہ ہے  
حاصل کلام جو اس راوی کو مجہول ہے۔ ثابت کرنے کے لیے بطور دلیل پیش کیا  
جاتا ہے۔

## ۱۔ انہیں مجہول قرار دینا مردود ہے

اس راوی میں جہالت کا قول مردود ہے بلکہ یہ راوی معروف ہے۔ کیونکہ  
اس سے بہت سارے رواۃ نے۔۔۔ روایت کی ہے ان ائمہ حفاظ حدیث  
میں سے امام احمد بن حنبل بھی ہیں ابن جوزی نے انہیں (مناقب الامام احمد ۴۹)  
میں امام احمد بن حنبل کے اساتذہ میں سے شمار کیا ہے۔

اور ان سے امام احمد بن حنبل کے علاوہ جن دیگر محدثین نے روایت کی ہے  
ان میں سے۔ احمد بن الحلیل و محمد بن اسماعیل الاحمسی و ابو امیہ محمد بن ابراہیم العسوی  
و عبید بن محمد الوراق و فضل بن سہل۔ جعفر بن محمد السزوری۔ محمد بن زنجویہ العسیری  
علی بن معبد ابن نوح۔ عباس بن الفضل۔ طرول بن سفیان، محمد بن حابر المہاربی  
احمد بن ابی غزہ۔ ابو محمد عبد الملک بن ابراہیم اور محمد بن عبد الرزاق وغیرہم ہیں۔

## پندرہ راویوں کی روایت کے بعد بھی جہالت :

اور جہالت عین دو راویوں یا ایک راوی کے روایت کرنے سے اٹھ جاتی  
ہے جیسا کہ کتب اصول میں مقرر ہے تو جس سے پندرہ اشخاص روایت کر  
رہے ہیں اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا ان میں جہالت باقی رہے  
گی؟

یہ راوی مجہول نہیں بلکہ معروف ہے اس پر یعقوب بن سفیان العسوی نے

(معرفۃ و فیات بعض البصریین میں اعتماد کیا ہے ملاحظہ فرمائیں) (المعرفۃ  
والتاریخ ۱۳۲/۱۳۴ و ۱۳۸)

## راوی مستور الحال بھی نہیں:

اگر کوئی کہتا ہے کہ یہ راوی مجہول الحال ہے تو یہ بات بھی ان دو امور کی بنا پر  
مردود ہے۔

۱۔ امام ابن عدی کا فرمان۔ ارجو انہ لا یاس بہ۔ کہ اس راوی میں کوئی  
حرج نہیں (الکامل ۶/۲۳۵)

اور کتب اصول میں یہ بات مقرر ہے کہ تعدیل صحت ایک آدمی کے قول  
سے قبول کرنی جائیگی۔

تو جس شخص سے ایسے پندرہ اشخاص روایت کریں اور جن میں سے آئمہ و حفاظ  
بھی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ابن عدی کا قول: لا بأس بہ، بھی ہے تو یقیناً،  
اس سے ثابت ہو جائے گا کہ یہ راوی مجہول نہیں ہے بلکہ اس کی حدیث مقبول ہے  
اور یہی حال بہت سارے رواۃ کا ہے کہ جن کی احادیث کی آئمہ حفاظ نے تصحیح کی ہے  
۲۔ ان سے امام احمد نے روایت کی (مناقب احمد لابن الجوزی ۹/۴۹) اور وہ ثقہ  
کے سوا کسی سے روایت نہیں کرتے جیسا کہ اپنی جگہ پر مسلم ہے۔

## ابن عبد البہادی کا جواب:-

اور اگر کہا جائے کہ، ابن عبد البہادی نے (اعظام المتکلمین ۴۰-۴۱) میں اس بات  
کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے۔

کہ امام احمد صحت ثقات سے ہی روایت کرتے ہیں تو یہ غالب اوقات میں

ہے اور آپ کا اکثر طہ پر یہی طریقہ ہے کہ آپ ثقہ سے ہی روایت کرتے تھے جیسے کہ عام طور پر امام شعبہ امام مالک، امام عبد الرحمن بن مہدی، امام یحییٰ بن سعید القطان وغیرہم کا طریقہ و عمل ہے لیکن بعض اوقات امام احمد ایسے راویوں سے روایت کرتے ہیں جن کی طرف صنعت اور قلت ضبط کی نسبت کی گئی ہے اور امام احمد نے ان راویوں سے بطور تائید اور ثوابہ کے روایت لی ہے نہ کہ اجتہاد اور اعتماد کے طور پر جیسے کہ آپ نے عامر بن صالح، اندمیری، محمد بن قاسم الاسدی، عمر بن ہارون البلیغی، علی بن عاصم الواسطی، ابراہیم بن ابی لیث الاشجعی، یحییٰ بن یزید بن عبد الملک التوفلی، نصر بن باب، تلیہ سلیمان الکوفی، حسین بن حسن الاشقر، ابو سعید العمانی، محمد بن سیر اور ان جیسے دیگر رواۃ کہ (جن میں کلام مشہور ہے) سے روایات لی ہیں۔ اور اسی طرح آپ نے موسیٰ بن ہلال سے روایت (اگر ثابت ہو جائے تو) لی ہے یہ

یہ تو موسیٰ بن ہلال پر بہت بڑا اور واقع ظلم ہے ابن عبد العادی نے کیسے موسیٰ بن ہلال اور مذکور حضرات کو بڑا برقرار دیا۔ ان میں سے کئی موسیٰ بن ہلال سے بہت زیادہ ضعیف ہیں جیسا کہ عامر بن صالح، الزبیری، اسس کو ابن معین نے جھوٹا کہا ہے۔ اور محمد بن قاسم الاسدی۔ کذاب۔ ہے اور عمر بن ہارون البلیغی، مسترک، ہے۔ ابراہیم بن ابی لیث بھی، مسترک ہے۔ ان مشاوی سے صاحب عقل قاری پر ابن عبد العادی کی تکبی کو کشف جو کہ موسیٰ بن ہلال عبدی کی تفسیر میں کی ہے ظاہر ہو گئی اور اس کے متشدد طریقہ کا پردہ بھی چاک ہو گیا۔

## جواب کا تفصیلی رد

میں کہتا ہوں کہ کئی امور قابلِ توجہ ہیں۔

۱۔ امام احمد سوائے ثقہ کے روایت نہیں کرتے۔ اور اگر کبھی متعقاد سے روایت لیتے ہیں! اور اس کے کئی اسباب ہیں یہ کہ آپ پر اس کی تغیت ظاہر نہیں ہوتی۔

۱۲۔ آپ اس سے بطریق تعجب روایت کرتے ہیں جیسے کہ امام شعبہ حاکم جعفی اور محمد بن منبہ اللہ العرزی سے روایت کرتے ہیں۔

۱۳۔ یا پھر آپ ان سے جو روایت کرتے ہیں وہ حلال و حرام کے بارے میں نہیں ہوتی۔ اسبذی کے ترجمہ میں ہے۔ جیسا کہ موسیٰ بن عبیدہ کے ترجمہ میں ہے۔ جب یہ امر واقع ہو گیا تو اب یہ بات مسلم ہو گئی کہ امام احمد بن حنبل سوائے ثقہ کے کسی سے روایت نہیں کرتے۔

تو کیا موسیٰ بن حنبل سے امام احمد بن حنبل کا روایت لینا ان کی تقویت کے لیے مفید ہو گا کہ نہیں؟

میں کہتا ہوں کہ امام ابن ابی حاتم الرازی نے (المجروح والضعیف ۲/۳۶) میں لکھا کہ میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا کہ ثقہ آدمی غیر ثقہ سے روایت کرے تو کیا اس سے اس کی ثقافت ثابت ہوگی؟ فرمایا کہ جب وہ متعت میں مشہور و معروف ہو تو اس سے ثقہ کی روایت اس کو ثقہ نہیں کہے گی اور جب مجہول ہو تو اس سے روایت اس کو نفع دے گی۔

چہر ابن ابی حاتم نے فرمایا۔

میں نے شیخ ابو زرعد سے پوچھا کہ ثقافت کی کیسی شخص سے روایت اس

کی حدیث کو قوت دے گی؟ فرمایا یعنی: العمری: میں نے کہا: اے کلبی: اس سے  
امام سفیان ثوری نے روایت کی ہے فرمایا یہ تب ہے جب علمائے اہل ہجر و کلم  
نہ کیا ہوا اور کلبی، میں علم کا کلام مشہور ہے۔  
امام ابو زرہ سے فرمایا۔

حدیث ابو نعیم، تاسفیان، نا محمد بن سائب الکلبی و تقسیم الثوری: ہمیں  
بیان کیا ابو نعیم تے انہوں نے سفیان سے انہوں نے محمد بن سائب الکلبی سے اور  
ثوری مسکرائے۔

شیخ ابو محمد نے کہا میں نے اپنے باپ سے پوچھا جب امام ثوری کے  
نزدیک کبھی ضعیف ہے تو پھر اس سے ان کی روایت کا کیا مطلب؟  
تو انہوں نے فرمایا۔

امام سفیان ثوری کلبی سے انکار اور تعجب کے طور پر روایت کرتے ہیں!  
اس سے علم ہوا کہ امام ابو زرہ کی نظر میں ثقہ کی روایت (غیر ثقہ سے) دو  
حالتوں میں مقبول اور مفید ہے!  
(۱) جس سے روایت کی گئی ہے وہ مجہول الحال ہو۔ (اس کی مثالیں کتب رجال  
میں بے شمار ہیں)

(۲) وہ ضعیف میں حد سے نہ بڑھا ہوا ہو۔ جیسا کہ محمد بن سائب الکلبی، جابر  
الجعفی و عامر بن صالح الزمیری، عمر بن یارون البغنی اور ان جیسے دیگر روایت  
تو امام احمد کا موسیٰ بن بلال العبیدی سے روایت لینا اس کی تقویت کے لیے  
کافی ہے کیونکہ وہ بعض کے نزدیک مجہول الحال ہے۔ امام احمد نے اس سے  
اپنی کتب میں روایت کا اخراج کیا ہے۔ اس سے آپ نے اپنی کتاب الذمہ  
میں روایت لی ہے و امام نسوی نے امام احمد اور موسیٰ بن حمال کی سند سے

روایت کی ہے۔

علی بن ابی حمزہ الثمالی نے کہا کہ موسیٰ بن ہلال مجہول الحال ہے تو پھر بھی وہ اس طرح حسن الحدیث شمار ہوگا۔

امام زرکشی نے (المعتبر فی تخریج احادیث المنہاج والمختصر ۲۲) میں فرمایا کہ محدثین نے فرمایا ہے۔ راوی کی جہالت اس کی روایت میں قاذب نہیں جبکہ اس سے روایت کرنے والا ثقہ ہو کیونکہ اس کی اس سے روایت اس کی تعدیل ہوگی۔

حاصل کلام یہ کہ موسیٰ بن ہلال پر ابن عبد العادی کے جہالت کا اطلاق کرنے میں واضح نقص ہے۔ یہ دیکھو کیا کہہ رہا ہے یہ نہ دیکھو کہ کون کہہ رہا ہے۔

جب بات اصولوں کے مطابق ہوگی تو وہی حق ہوگی۔ اور اگر اصولوں کے خلاف ہو تو اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ (اللہ ہی مددگار ہے)

امام عقیلی کا (القفا ۱۴۰/۴) میں یہ کہنا کہ اس کی حدیث صحیح نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی متابع ہے پس ناظر اور مدقق اس میں غور کرے تو اس کا آخر (کہ اسی کا متابع کوئی نہیں یہ پہلے اعتراض) کہ اس کی حدیث صحیح نہیں ہے کا سبب ہے! کیونکہ موسیٰ بن ہلال کا متابع نہیں ہے یعنی (حدیث زیارت اس کی صحیح نہیں عقیلی کی نظر اور اطلاع میں)

اس کے جواب میں کہا جاسکتا ہے۔

اس کا قول۔ کہ اس کا متابع کوئی نہیں (اور اس اعتراض کی اصل بنیاد ہی یہ ہے) لیکن یہ کوئی جرح نہیں ہے اور نہ ہی محدثین نے اس کو مرتب الجرح میں ذکر کیا یہ تو صرف تفرد کی ایک علامت ہے



## حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں:

اکثر حافظ متقدمین ایسی حدیث کے بارے فرماتے ہیں جس میں ایک روایت متفرد ہو اگرچہ ثقافت راوی اس متفرد کے خلاف روایت نہ کریں اور اس پر کوئی متابیع بھی نہ ہو تو وہ اس کو حدیث میں علت گردانتے ہیں۔

(شرح عل الترمذی ۲۶۴)

پس امام عقیلی کے نزدیک راوی توثیق کے اعلیٰ درجے پر نہ ہو کہ وہ اس کے متفرد ہونے کی حالت میں اس کی تصحیح کریں۔ اور اس کا متابیع بھی نہ ہو اور یہ جرح کا درجہ دیا میں کہیں بھی نہیں کہ اس کی حدیث ترک کر دی جائے وہ صالح حدیث یا درمیانے درجہ کا ثقہ ہوگا۔

اور اس راوی کا تو متابیع بھی موجود ہے جیسا کہ انشا اللہ ابھی بیان ہو گا پس یہ حدیث مقبول ہے۔ حتیٰ کہ عقیلی کے نزدیک بھی یہ مقبول ہے۔

## امام ابن حجر عسقلانی نے تعقب کرتے ہوئے فرمایا۔

امام ابن حجر عسقلانی نے عقیلی پر تعاقب کرتے ہوئے (تانیص الحمیر ۲۶۷/۲) میں فرمایا اور عقیلی کا یہ قول کہ اس پر کوئی متابیع نہیں ہے محل نظر ہے پھر آپ نے اس کی متابعت بیان فرمائی جو اسی ہے۔

اور سب سے بہتر قول وہی ہے جیسا کہ گزرا کہ یہ شخص مجہول نہیں ہے۔ اور سوائے عقیلی کے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں اور اس کا کوئی متابیع نہیں اور کوئی قول مروی نہیں۔ اور اگر اس کو جرح تسلیم کر لیا جائے تو بھی متابعت سے زائل ہو جائے گی۔

اور عقیلی کے مقابلے میں ابن عدی کا قول جو کراہتوں نے (ارکامل ۴/۲۳۵) میں بیان کیا۔ کہ میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے اس کی توثیق ہے اور اس کے ساتھ ساتھ امام احمد بن حنبل کا اس سے روایت کرنا بھی منہی توثیق و تعدیل ہے تو موسیٰ بن ہلال کی حدیث کی تحسین کرنا ہی صحیح راہ ہے!

## امام ذہبی فرماتے ہیں!

امام ذہبی نے ابو عاتم، عقیلی اور ابن عدی سے موسیٰ بن ہلال کے بارے میں اقوال درج کرنے کے بعد فرمایا۔ ہر صالح الحدیث وہ صالح الحدیث ہے۔  
(المیزان ۴/۲۲۶)

## (دوسری بات)

موسیٰ بن ہلال کی غیبیہ اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عمر سے روایت کا اثبات؛  
موسیٰ بن ہلال العبدی کی روایت میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ موسیٰ بن ہلال عبد اللہ بن عمر المصغر سے روایت کرتا ہے اور بعض نے کہا کہ وہ عبد اللہ بن عمر (المکبر) سے روایت کرتا ہے۔

جن محدثین نے کہا کہ اس غیبیہ اللہ بن عمر (المصغر) حافظ ثقہ سے روایت کی ہے وہ یہ ہیں۔

۱۱۔ عبید بن محمد، لوزاق ۲۰، جعفر بن محمد البرزوری

۱۲۔ ابن ماجہ، ابن سعد، لا حسی ۴۱، فضل بن سہیل

۱۳۔ اور محمد بن عبد الرزاق۔

پہلی عبید بن محمد لوزاق والی روایت کو مامرد قسطنی نے اپنی (سنن ۲/۲۶۱)

میں یوں نقل کیا ہیں قاضی المہاملی انہوں نے عبید بن الوراق انہوں نے موسیٰ بن ہلال العبیدی اور انہوں نے عبید اللہ بن عمر سے روایت کی میں کہتا ہوں۔ قاضی المہاملی سے مراد ابو عبد اللہ الحسین بن اسماعیل الضبی المہاملی ثقہ حافظ ہے اور الوراق ثقہ ہے ان کے حالات (تاریخ بغداد ۱۱/۹۷) میں ہیں۔

سنن دارقطنی کے کئی متعدد معتمد نے عبید اللہ بن عمر (المصنف) کے ذکر پر متفق ہیں ان نسخوں میں سے ابن بشران کا مطبوعہ نسخہ اور ابو طاهر محمد بن احمد بن عبد الجبار کا نسخہ جیسا کہ شفاء العقام (ص ۳) اور ابو نعان تراب بن عبید کا نسخہ جیسا کہ (شفاء السقام ص ۵) میں ہے۔

اور اس کو غلی نے اپنے فائدہ میں ابو نعان کی روایت سے بیان کیا ہے۔ (ل ۱/۵۵) اور اسی طرح دارقطنی کی روایات عبید اللہ بن عمر (المصنف) کے ذکر پر متفق ہیں اور قاضی المہاملی کا متابعت عبید بن محمد الوراق سے محمد بن زنجویہ العبیری ہے۔

دوسری روایت: جعفر بن محمد البزوری کی ہے اس کو عقیلی نے (الاعتقاد ۴/۱۷۰) میں محمد بن عبید اللہ الحضرمی ثنا جعفر ابن محمد البزوری، ثنا موسیٰ بن ہلال البصری عن عبید اللہ کی سند سے بیان کی ہے۔

اور محمد بن اسماعیل بن سمرہ الاحمسی کی سند تو اس کو امام بیہقی نے (شعب الایمان ۳/۴۱۰) - ۲۳۷ - میں بیان فرمایا اس کو باسند بیان کیا امام تقی الدین لیبکی نے (شفاء الشقام ص ۷) میں

اور فضل بن سہل کی روایت اس کو امام بیہقی نے (شعب الایمان ۳/۴۱۰) میں بیان فرمایا۔ اور محمد بن عبد الرزاق کی روایت اس کو قاضی عیاض نے (الشفاء ۴/۱۷۰) بیان فرمائی ہے۔

یہ پانچ راوی ہیں یہ سب عبید اللہ بن عمر جو کہ ثقہ اور عاقلہ سے روایت کرتے ہیں متفق ہیں  
تو اب اس کے بعد حدیث میں طعن کی کوئی گنجائش و مجال کہاں ہے۔

## فصل

جنہوں نے عبید اللہ بن عمر العمری المکبریٰ روایت کی وہ یزید

۱۔ علی بن معبد بن نوح۔

۲۔ فضل بن سہل

۳۔ محمد بن اسماعیل الجمسی

۴۔ عبید بن محمد الوراق

علی بن معبد بن نوح کی روایت کو: الدولابی نے (الکافی والاسماء ۲/۲۴۲)  
میں بیان فرمایا۔ فضل بن سہل سے سند بیان کی امام تقی الدین السبکی نے ابن  
ابی الدنیا کے طریق سے (الشفاء السقام ۹) میں بیان فرمایا۔

اور محمد بن اسماعیل الجمسی کی روایت امام بیہقی نے (شعب الایمان ۲/۲۸۳)  
میں بیان فرمائی۔ اور الوراق کی روایت کو خطیب نے (تلمیخ الشافعی المرسوم  
۵۸۱/۲) میں بیان فرمایا۔ حاصل کلام یہ کہ یہ روایت موسیٰ بن ہلال العیدی سے  
چھ راویوں نے روایت کی ان میں سے پانچ راوی عن عبید اللہ المصغر کہتے  
ہیں اور تین راوی دونوں طریقوں سے روایت کرتے ہیں۔ اور پانچواں،  
راوی عن عبید اللہ بن عمر المکی کہتا ہے۔

اور محمد ثنین کے اس میں دو مسلک ہیں۔

۱۔ یا تو ترجیح دی جائے گی۔ اس طرح عبید اللہ بن عمر (المصغر) کی روایت کو ترجیح ہوگی۔

دوسرا مسلک یہ ہے کہ۔ احتمال ہے کہ حدیث (بیک وقت) عبید اللہ المصغر اور اس کے بھائی عبید اللہ الکبیر دونوں سے ہو۔ اور ان دونوں سے راوی۔ موسیٰ بن ہلال العبیدی ہو مگر یہ کہ وہ زیادہ روایت عبید اللہ بن عمر المصغر حافظ ثقہ سے کرتے ہوں اور الباقی منسوخ ہونے کے باوجود دونوں روایتوں کا اعتراف کرتا ہے (عبید اللہ و عبید اللہ ابنا عمر) اور کہتا ہے کہ یہ اس سے دونوں روایتیں متقابل ہیں (الارواء القلیل ۴/۳۳۷)

لیکن اس میں علت پر بحث کی تو سوائے اضطراب کے اس میں کوئی علت بیان نہ کر سکا لیکن اس علت سے یہ حدیث کیسے ضعیف ہو سکتی ہے اور اس کا جواب بھی ہم ابھی دیں گے (انشار اللہ)

حاصل کلام یہ کہ سابقہ تمام ابحاث سے معلوم ہوا کہ یہ روایت موسیٰ بن ہلال العبیدی عن عبید اللہ بن عمر الامام ثقہ حافظ سے ایسے ہی ثابت ہے جیسا کہ پہاڑ اپنی جگہ قائم ہوتا ہے۔

## فصل

اگر کوئی کہے کہ امین عبد الحمادی نے (انصار الملکی ۳۹، ۴۰) میں کہا ہے کہ موسیٰ بن ہلال کبھی تو عبید اللہ سے روایت کرتا ہے اور یہ اس کی خطا ہے کیونکہ وہ محدثین میں سے نہیں ہے اور نہ ہی نقل حدیث میں مشہور ہے اور اس نے عبید اللہ کو پایا بھی نہیں ہے اور نہ ہی اس سے ملا ہے۔

کیونکہ بعض راوی اس سے: عن رجل عن عبید اللہ کے طریق سے روایت نہیں کرتے بلکہ کسی اور شخص سے عن عبید اللہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں چونکہ عبید اللہ اس سے بہت پہلے وفات پا چکا تھا جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔ بخلاف عبید اللہ کے کیونکہ وہ اپنے بھائی عبید اللہ کے بعد ایک زمانہ تک زندہ رہا۔ اور موسیٰ بن ہلال ان دونوں بھائیوں۔ عبید اللہ اور عبید اللہ میں تمیز نہ کر سکا کہ یہ دو شخص ہیں کیونکہ وہ اہل علم میں سے نہیں اور نہ ہی ضبط کے سلسلہ میں وہ قابلِ اعتماد ہے۔

میں اللہ کی مدد سے کہتا ہوں۔

یہ سراسر زیادتی اور تشدد ہے اور یہ ایسا دعویٰ ہے جو خلاف واقع ہے اور سوائے تعصب کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ اور اگر کچھ لوگ مثل البانی کے اس کلام سے استدلال نہ کرتے تو ہم اس پر تنبیہ بھی نہ کرتے۔  
قولہ موسیٰ بن ہلال کا کبھی عبید اللہ سے روایت کرنا قضا ہے۔

قلت: بلکہ موسیٰ بن ہلال کا عبید اللہ بن عمر سے صحیح اسانید کے ساتھ روایت کرنا بعض اوقات نہیں بلکہ اکثر اوقات ہے۔ اور اس کے مخارج منقذ ہیں اور اسی طریق سے اس سے پانچ راویوں نے تخریج کی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا ہے جب ابن عبد اللہ اس حدیث میں دعویٰ اضطراب کو ثابت نہ کر سکا تو اس نے اس کی مزید تائید کے لیے موسیٰ بن ہلال کی عبید اللہ بن عمر سے روایت کا انکار کر دیا اور اس پر دو باتوں سے استدلال کیا۔

۱۔ موسیٰ بن ہلال نے عبید اللہ بن عمر کو نہ پایا ہے اور نہ ہی اس سے ملا ہے۔  
قلت: بلکہ اس نے ان کو یقیناً پایا ہے۔

کیونکہ موسیٰ بن ہلال نے ان سے مقدم الوفاات حضرات سے روایت کی

ہے۔ مثل کھس بن الحسن البصری المتوفی ۱۴۳ھ (المعرفة والتاريخ للضوی) اس سے روایت طبری الاولیاء لابی نعیم ۶/۲۱۳ میں بھی ہے۔ اور اس نے ہشام بن حسان سے روایت کی جیسا۔ (کتاب الزہد ۲۴۹ ملام احمد) اور (الجہت الاولیاء ۶/۲۱۲) میں ہے۔ اور ہشام بن حسان ۱۴۴ھ یا ۱۴۸ھ کو فوت ہوا۔

حیث یہ ثابت ہو گیا تو موسیٰ بن ہلال کی روایت عبید اللہ بن عمر بن ابیغین صحیح ہے کیونکہ اس نے اس کو واضح طور پر پایا ہے پھر یہ بھی ثابت ہے کہ وہ حجاز بھی گیا تھا جیسا کہ۔ (طبری ۶/۲۱۳) میں ہے! تو اس سے مزید موسیٰ بن ہلال کی عبید اللہ بن عمر سے روایت کی تائید تاکید ہوتی ہے۔

۲۔ قولہ بعض راوی اس سے بالواسطہ عن عبید اللہ روایت کرتے ہیں اور بعض بالواسطہ موسیٰ بن ہلال عن عبید اللہ روایت کرتے ہیں!

میں کہتا ہوں: یہ تو بالکل آسان معاملہ ہے اور کمزور دلائل اکٹھا کرنے کا محتاج نہیں۔ اور ان من گھڑت دلائل کے رد سے صرف نظر ہی اہل نظر کے لیے بہتر ہے۔ لیکن بعض حضرات نے اس کا سہارا لیا ہے اس لیے ان کا رد ضروری ہے۔

باتنا چاہیے کہ یہ کلام لفظ بعض کی وجہ سے مخدوش ہے۔ پس معنی یہ ہوئے کہ بعض رواۃ اس کو عبید اللہ انعمی سے ایک واسطہ کے ذریعے سے بیان کرتے ہیں۔ یہ تو اجمال ہے۔ اور اس کی تفصیل یہ ہے۔

حن راویوں نے موسیٰ بن ہلال سے روایت کیا ہے ان میں امام احمد بن حنبل بھی ہیں ان میں سے یحییٰ بن سعید و عبد الرزاق و حماد بن اسامہ و ابو مطاہیر اور دیگر راوی عن عبید اللہ بن عمر بن۔

اور ان میں سے ابو امیہ الطرسوسی و علی بن سعید بن نوح البغدادی یہ دونوں

روح بن عبادہ عن عبید اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں! اور ان میں سے محمد بن اسماعیل النجاشی و محمد بن جابر الخمارنی ہیں یہ دونوں عن وکیع عن عبید اللہ بن عمر کے طریق سے روایت کرتے ہیں اور آخری (محمد بن جابر) عن ابن عیینہ عن عبید اللہ بن عمر سے روایت کرتا ہے۔

الغرض ضرور ہے کہ اس حدیث موسیٰ بن ہلال عن عبید اللہ بن عمر کی سند پر اتعال کا حکم لگایا جائے جب تک کہ ملاقات کی نفی کا یقین نہ ہو بلکہ اس میں تو ملاقات کو ترجیح ہے تو اب اس پر اتعال کا حکم لگایا جائے گا اور پھر ابن عبد اللہ المادی کا یہ کہنا کہ موسیٰ بن ہلال عبید اللہ اور عبید اللہ میں امتیاز نہیں کرتا اور یہ نہیں جانتا کہ یہ دو مختلف اشخاص ہیں اور پھر اس پر استدلال اس بات سے کیا کہ وہ چونکہ اہل علم میں سے نہیں اور نہ ہی ضبط کے معاملہ پر اعتماد کیا جاسکتا ہے میں کہتا ہوں: یہ بات ابن عبد اللہ المادی کے دعویٰ اضطراب (جو اس نے اس حدیث کے بارے میں کیا ہے) کے تابع ہے جس کا رد ہم انشاء اللہ کریں گے۔ جس سے پندرہ اشخاص روایت کریں اور ان میں سے مشہور حفاظ حدیث بھی ہوں جو کہ توثیق کے اعلیٰ درجہ میں ہیں۔

(ان میں سے ابن عبد اللہ المادی اور اس کے مذہب کے امام احمد بن حنبل شیبانی ہیں)

تو کیا انتہا ہوگی تردد، سقوط، اختلاط اور جہالت کی کہ جس شخص نے اس حدیث میں اضطراب کا قول کیا ہے اور پھر اس صورت میں بھی عبد اللہ المادی کا کیا حال ہوگا۔ حالانکہ حافظ حبیل یعقوب ابن سفیان القسوی نے (معرفۃ وفتیات المصریین/ ۱۱۳) میں اس پر اعتماد کیا ہے!

اب مقصد کا پانا اور سہل ہو گیا۔ پس حدیث قیصر المتین اور مشہور الاسناد ہو گئی۔



اب اس پر اضطراب کا دعویٰ بہت ہی عجیب ہے جو کرنا آسان ہے مگر ثابت  
کرن مشکل۔

محمد بن کے نزدیک یہ اصول طے شدہ ہے کہ اضطراب ایسی مختلف روایات  
میں ہوتا ہے جن کا جمع ہونا متعذر یا ناممکن ہو۔ پس اس باب میں تین مراتب  
ہونگے تطبیق، ترجیح اضطراب اور قیوں میں ترتیب واجب ہے۔

## حافظ عراقی نے فرمایا:

مختلفاً من واحدنا زیداً	مضطرب الحدیث ما قد وردا
فی متن أو سند ان التفسیح	فی متن أو سند ان التفسیح
والحکم للراجح متھا وأجباً	بعدم الوجه لعل ین مضطرباً

کسی ایک راوی یا زیادہ سے جب کسی حدیث میں مختلف الفاظ وارد ہوں

تو وہ مضطرب الحدیث ہوگی)

یہ متن یا سند میں اگر واقع ہو جائے اور سند میں برابری ہو تو اس میں سے  
ایک کو ترجیح دی جائیگی تو یہ اب مضطرب کے حکم میں نہیں کیونکہ راجح کے  
لیے حکم واجب ہے یعنی راجح پر عمل ہوگا نہ کہ مرجوح پر جب موسیٰ بن ہلال  
سے تمام روایات دونوں طرف سے صحیح ثابت ہو گئیں تو ان احادیث کو جمع  
کرنا لازم ہے تو ہم کہیں گے کہ موسیٰ بن ہلال دونوں وجہوں سے روایت  
کرتا ہے کبھی ایک طریقہ پر اور کبھی دوسرے راوی سے دوسرے طریقہ  
سے (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

## فصل

ابن عبد الحمادی نے (العیارم ص ۳۴) پر کہا۔

اگر بالفرض موسیٰ بن ہلال کی روایت عبید اللہ سے ثابت بھی ہو جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ حدیث صحیح ہو کیونکہ اس میں عبید اللہ سے یہ روایت کرنے میں اس کے تمام اصحاب میں سے موسیٰ بن ہلال منفرد ہے حالانکہ عبید اللہ کے دوسرے اصحاب موسیٰ کی نسبت زیادہ اس کے پاس رہے اور اس سے زیادہ وہ اس کی حدیث کے حافظ اور اس سے حفظ و ضبط میں وہ موسیٰ سے بڑھے ہوئے ہیں یہ تمام اشیاء ظاہر کرتی ہیں کہ یہ حدیث منکر اور غیر محفوظ ہے۔ اور عبید اللہ کے اصحاب اس سے روایت کرنے میں معروف ہیں جیسا کہ یحییٰ بن سعید القطان پھر عبید اللہ کے کچھ اصحاب گواہ کر گیا۔

کہ ان تمام مضبوط اصحاب میں سے کسی نے بھی عبید اللہ سے یہ روایت نہیں کی اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور ثقہ راوی نے یہ روایت اس سے لی ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہ منکر اور غیر مقبول ہے اور ہم یقین سے کہتے ہیں جس نے بھی اسے صحیح یا حسن کہا اس نے خطا کی۔

## منکر کے دو شرائط

میں کہتا ہوں جب راوی منفرد ہو تو اس روایت کو منکر کہنے کے دو شرائط ہیں۔

۱۔ یہ کہ منفرد راوی اتنا ضعیف ہو کہ اس کی حدیث کو صحیح یا حسن قرار نہ دیا جاسکتا ہو۔

۲۔ یہ کہ اس حدیث کے شواہد و متابعات نہ پائے جاتیں۔

## حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

جب مستدر یا موصوف بسرد حفظ راوی منفرد ہو یا وہ راوی بعین مشائخ میں

ضعیف ہو جائے بعض کے اور کوئی اس کا متابع یا شاہد بھی نہ پایا جائے تو یہ منکر کی اقسام میں سے ایک قسم ہے (السنک ۲۰: ۶۷۵)

اور موسیٰ بن ہلال العبیدی نہ تو مستور ہے اور نہ ہی اس کا حافظہ کمزور اور نہ ہی یہ اس قدر ضعیف ہے تو اس کی حدیث پر یہ حکم کیسے لگایا جائے گا؟ جبکہ اس سے آئمہ محدثین مثلاً امام احمد بن حنبل کے روایت لی ہے۔ اور امام ابن عدی اس کے بارے میں فرماتے ہیں لا بأس بہ (کہ اس میں کوئی حرج نہیں) اور امام ذہبی فرماتے ہیں: صالح الحدیث۔ اور اگر ہم ایسے شخص کے تفرد کو منکر تسلیم کر لیں تو ہم سنت کے بیشتر واقعات سے محروم ہو جائیں گے۔ واللہ المستعان، اور اگر ہم ابن عبد الوادی سے متفرد موسیٰ بن ہلال کی تضعیف تسلیم بھی کر لیں تب بھی اس کی منقور روایت پر منکر کا اطلاق نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے شاہد بہت سارے ہیں بلکہ اس کے متابع بھی ہیں! (جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا انشاء اللہ) یہ وہ اصول حدیث ہیں جن سے ابن عبد الوادی نے اپنی تائید کے لیے عقلیت سے کام لیا۔

## فصل!

اگر ہم موسیٰ بن ہلال العبیدی کو ضعیف بھی تسلیم کر لیں تو بھی کوئی دو شخص اس میں اختلاف نہیں کر سکتے (بشرطیکہ ان میں سے ایک ابن عبد الوادی نہ ہو کہ جب اس حدیث کا متابع پایا جائے اور یہ ایک اور سند سے بھی مروی ہے تو حدیث حسن ہوگی۔

امام طبرانی نے (المعجم الکبیر ۱۲/۲۹۱) میں اس سند کے ساتھ روایت کی۔

عبد اللہ بن محمد العبادی      بسند مذکور۔ حضرت عبداللہ بن عمر  
 البصری، ثنا مسلم بن سالم      سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی  
 عمر عن نافع عن سالم عن      صریح میری قبر کی زیارت کے لیے آیا  
 ابن عمر قال: قال: رسول      کہ اس کے علاوہ اس کو کوئی اور کام نہیں  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من      تھا تو مجھ پر حق ہے کہ میں بروز  
 جاءني زائرا لا يعمل له      قیامت اس کا شفیع بن جاؤں۔  
 حاجة الا يارقي كان حقا        
 على ان اكون له شفيعا يوم        
 القيامة

امام بخاری نے (مجمع الزوائد ۲/۴) میں کہا۔

اس کو امام طبرانی نے المعجم الاوسط اور المعجم الکبیر میں روایت کیا ہے  
 اور اس میں مسلم بن سالم راوی ضعیف ہے اسی طرح اس کو طبرانی۔ غلی  
 اور ابن صامہ نے روایت کرتے ہوئے کہا، عن نافع عن سالم اور امام ابن مقری  
 نے بھی اپنی معجم میں عن نافع و سالم ہی کہا ہے۔

ان تمام نے، عبداللہ بن محمد العبادی عن مسلم عن عبید اللہ العمری کی سند سے  
 بیان کی ہے۔ اور عبداللہ بن محمد العبادی البصری کے حالات۔ امام سماعی نے:  
 الاصاب: میں تحریر کیے ہیں۔ اور اس کا متابع (جو اس سے ثقاہت میں بہتر  
 ہے مسلم بن حاتم الانصاری ہے۔

اس کو ابن حبان۔ ترمذی اور طبرانی نے ثقہ کہا ہے۔

(التمہذیب ۱۰/۱۲۵)

وہ اس کو مسلم بن سالم الجعفی عن عبد اللہ بن عمر العری کی سند سے بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ حدیثی نافع عن سالم عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جاءنی ذاتراً لا یعمل لہ حاجة الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون لہ شفیعاً یوم القیامۃ

میں کہتا ہوں جو روایت مسلم بن حاتم الانصاری نے کی ہے وہ زیادہ صحیح ہے کیونکہ مسلم، عبد اللہ بن محمد العبادی سے زیادہ ثقہ ہے حاصل کلام یہ کہ مسلم بن سالم الجعفی تک سند صحیح ہے لہذا اسی پر کلام کرتے ہیں! پھر میں کہتا ہوں کہ اگرچہ امام ابو داؤد نے اس کے بارے فرمایا کہ یہ ثقہ نہیں ہے لیکن ابن السکن نے اس کی روایت کو صحیح کہا ہے اور یہ بات اس چیز کی مقتضی ہے کہ وہ اس (ابن السکن) کے نزدیک ثقہ ہو۔ پس جس کی توثیق ابن السکن کرے اور ابو داؤد اس کی تصحیف کرے تو وہ راوی بلا شک متابع ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

## فصل!

ابن عبد اللہ کی یہاں بھی اپنی عادت کے مطابق بے چین ہوا اور اس نے اس متابعت کو متعین کہتے ہوئے کہا۔

یہ حدیث ضعیف الاستناد اور مفکر المقلین ہے یہ احتجاج کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور اس جیسی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور اس کو اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے روایت نہیں کیا اور نہ ہی امام احمد نے اپنی مسند میں اور نہ ہی کسی قابل اعتماد آئمہ میں سے کہ جنہوں نے اپنی کتب میں صحت کا احترام کیا۔ اور نہ ہی کسی قابل اعتماد امام نے اس کو صحیح کہا کہ جس کی تصحیح پر اعتماد کیا

جاسکے۔ اور اس میں یہ شیئہ مفرد ہے کہ جو نقل علم میں معروف نہیں اور نہ ہی اصل حدیث میں مشہور ہے۔ اور نہ ہی اس کا حال ظاہر ہے کہ جس بنا پر اس کی خبر کو قبول کیا جائے۔ اور وہ مسلم بن سالم الجہنی ہے کہ جو اس منکر روایت کے علاوہ کسی اور روایت کے ساتھ مشہور نہیں ہے اور اس کی دوسری روایت جس کو امام طبرانی نے مندرجہ بالا سند کے ساتھ روایت کیا ہے یہ موضوع ہے اور اس کا متن یہ ہے۔

الحجامة فی الرأس امان  
من الجنون والمجذام والبص  
مر میں پچھنے لگانا، جنون و  
کودھ، برص، کستی و کاہلی اور  
والتعاس والفسوس دانت درد کی بیماری سے امان ہے

اور اس سے ایک اور منکر روایت۔ العبادی۔ کے علاوہ راوی تھے روایت کی ہے پس جب ایسا مجہول الحال قلیل الروایت شخص جیسا کہ ان دونوں حدیثوں میں ہے علیہ اللہ بن عمر جو کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آل میں سے اپنے زمانے میں سب سے زیادہ ثقہ اور عن نافع عن سالم عن ابیہ عبد اللہ بن عمر کے طریق میں احفظ ہے۔ تمام اصحاب علیہ اللہ جو کہ ثقافت میں سے مفرد ہو تو ایسے شخص کے روایت سے احتیاج درست نہیں ہے اور نہ ہی اس کی روایت پر اعتماد جائز ہے۔

اسے حافظ ابو علی بن السکن نے صحیح قرار دیا ہے:

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کا ضعیف الاسناد اور منکر المتن مہذاں متعارض ہے اور کہ اسے ایک شخص نے صحیح کہا۔ جو اس فن کا امام اور مقتدا ہے۔ یعنی حافظ ابو علی بن السکن (ابن حزم نے جب کتب حدیث

کے مراتب بنائے تو صحیح ابن السکن کو بخاری و مسلم کے بعد تیسرے مقام پر رکھا ہے انہوں نے اس مفرد طریق کی تصحیح کی ہے اب کیا خیال ہے؟ پس یہ طریق موسیٰ بن ہلال کا متابع ہے جو حسب قواعد مقبول حدیث ہے۔ اور منکر المتن جو تے پر کوئی دلیل نہیں، منکر المتن، یہ ایسا دعویٰ ہے کہ جس کی کوئی سند نہیں ہے یہ صرف سینہ زور ہے اور ابن عبد اللہ نے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی تاکہ اس دعویٰ کو قائم رکھا جاسکے۔

## فن حدیث سے آگاہ شخص یہ اعتراض کر ہی نہیں سکتا

اس (ابن عبد اللہ) کا یہ کہنا کہ اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ اور نہ ہی امام احمد نے اپنی مستند میں اس کو روایت کیا ہے۔ الخ ایسا اعتراض وہ شخص نہیں کر سکتا جو علم حدیث سے واقف ہو جیسا کہ ابن عبد اللہ کیونکہ علماء حدیث کے لیے یہ شرط ہرگز نہیں لگاتے کہ وہ حدیث ان کتب میں مروی ہو جن کا نام ابن مادی نے دیا ہے۔ کیونکہ اعتبار سند کا ہے نہ کہ کتاب کا، ماسوائے ان کتب کے کہ جن میں معین شرائط ہیں۔ کیونکہ کتاب حدیث کی قوت اور ضعف میں فائدہ نہیں دیتی ایسے ہی صاحب کتاب حدیث کو کسی قسم کا فائدہ نہیں دیتا اگر اس کی بیان کردہ سند ضعیف ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کتاب منکرات و اہیات اور منوعات سے بھری ہوتی ہے اور مصنف اصحاب حدیث صحیحہ اور حسن مقبولہ اور متابعات مقبولہ سند بیان کر دیتا ہے تو اس حدیث پر صحت یا حسن کا حکم کتاب سے بالاتر ہو کر سند کے حال کے مطابق لگایا جائے گا۔ تمام کتب حدیث کا یہی حال ہے ماسوائے ان کتب کے کہ جن میں صحیح کی شرط لگائی ہے جیسا کہ صحاب صحاح اور

حاصل کلام یہ کہ ابن عبد الہادی کا کلام قواعد علم حدیث کے بارے میں  
ہے کیونکہ صحت حدیث کی شرائط میں یہ شرط ہرگز نہیں ہے کہ وہ فلاں کتاب  
میں موجود نہ ہو اور فلاں کتاب میں نہ ہو!

اور اس متابعت کی تصحیح ابن السکون نے یوں کی ہے کہ اس نے اس  
حدیث کو اپنی تصحیح میں ذکر کیا ہے! اور اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر  
اور المعجم الاوسط دونوں میں ذکر کیا اور یہ دونوں کتب اسلام کی اہم  
کتب میں سے ہیں۔

## ابن تیمیہ نے (المنہاج ج ۲/۱۲۲) میں کہا!

کہ احادیث منقولہ کے صدق و کذب کا مدار اس کے طرق (اسناد) پر ہوتا  
ہے۔ غور کرو طرق کہا اور ابن عبد الہادی کا قول کہ اس حدیث میں یہ شائع منفرد ہے۔ الخ  
میں لہتا ہوں: اس شیخ سے مراد مسلم بن سالم الجنبی ہے جیسا کہ گزرا  
وہ اس میں منفرد نہیں ہے۔ بلکہ اس کا متابع موسیٰ بن ہلال ہے اور جیسا کہ اوپر کلام  
مقتل گزر چکا کہ مسلم بن سالم الجنبی متابعات کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اور اس کی دو حدیثیں جن کو طبرانی نے روایت کیا ہے ان پر ابن عبد الہادی  
نے وضع اور تکارۃ (منکر) کا حکم لگایا ہے۔ پہلی حدیث: وہ بچھنے لگانے والی  
حدیث ہے کہ سر میں بچھنے لگانا۔ جنوں: کوڑھ برص سستی اور دانت درد  
سے شفا ہے۔

ابن عبد الہادی سے پہلے اس پر کسی نے موضوع ہونے کا حکم نہیں لگایا۔  
اس نے اس حدیث پر وضع کا حکم کیسے لگایا جبکہ اس کا شاہد حضرت عبد اللہ



نہ عباس سے موجود ہے۔

جسے عقیلی نے (۸۳/۱) اور ابن عدی نے (۲۰۷/۳) نے روایت کیا ہے۔

اس میں اسماعیل بن شیبہ لاطفی اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس پر کذب کی

تہمت نہیں ہے۔

جب یہ شاہد مسلم بن سالم الجہنی کے ساتھ مل گیا تو اب اس پر وضع کا حکم

لگانا قواعد حدیث کی رو سے نہایت عجیب ہے۔

اور دوسری حدیث تو اس میں معمولی جرح ہے کوئی بڑا معاملہ نہیں ہے اور

اس سے راوی استہاد سے خارج نہیں ہوتا اور امام بیہقی نے (مجمع الزوائد

۲/۲۱۱) میں مسلم بن سالم کی صرف تہقیق کی ہے یعنی اس کا متابعات اور

ثوابہ میں اعتبار کیا جائے گا۔ اور یہ قول حافظ اناقد اور صاحب المراتے محدث

کا ہے کسی تشدد اور جرح کا نہیں ہے کہ اس سے صرف نظر کر لی جائے۔

اور اس (عبدالہادی) کا قول: کہ جب ایسا مجہول الحال اور قلیل الروایۃ شیخ

متفرد ہو جیسا کہ ان دو نورانی آیات میں عبید اللہ بن عمر سے ہے (الخ)

میں کہتا ہوں یہ ایسا دعویٰ ہے جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا۔ اور نہ ہی

یہ راوی مجہول الحال ہے۔ کیونکہ اس بات کسی نے تصریح نہیں کی۔ بلکہ اس

سے ایک جماعت نے روایت کی ہے ابن السکن نے اس کی تصحیح بیان کی

ہے۔ اور امام ابو داؤد نے اس کے بارے میں کہا کہ یہ ثقہ نہیں ہے اور یہ

کوفہ میں بنی حرام کی مسجد کا امام تھا اس کے بعد یہ شخص کیسے مجہول ہو سکتا

ہے؟

اور اگر یہ عبید اللہ بن عمر البصری سے متفرد بھی ہو تو کوئی نقصان نہیں کیونکہ

اس کا تابع موسیٰ بن ہلال البصری ہے اور اسی طرح کے شبہ کا جواب ہمیں کلام گزرا ہے

## عبداللہ بن عمر العمری کا مقام

رہی تیسری بات جو عبداللہ بن عمر العمری کے حال سے خاص ہے۔ ابیہ لہائی نے اس بارے میں کہا۔

آئمہ جراح و تعدیل کی ایک جماعت نے عبداللہ العمری میں کلام کیا ہے۔ اور اس کی طرف سورہ حفظ اور روایات میں مخالفت ثقات کی نسبت کی ہے امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی نے کتاب (المجروحین من المحدثین) میں کہا۔ عبداللہ بن عمر بن حفص بن عامر بن عمر بن الخطاب العمری، عبید اللہ بن عمر کا بھائی اہل مدینہ میں سے ہے وہ نافع سے روایت کرتا ہے اور اس سے عراقیوں اور اہل مدینہ نے روایت کی ہے۔ اس پر غلبہ اور عبادت کا غلبہ تھا حتیٰ کہ اخبار کو حفظ کرنے اور آثار کے حفظ میں غفلت برقی پس اس کی روایت میں مناکیر ہیں لہذا جب بخش قسم کی غلطی کرے تو ترک کا مستحق ہے یہی کام میں فوت ہوا۔

ہمدانی نے روایت کی وہ عمرو بن علی سے کہ یحییٰ بن سعید عبداللہ بن عمر سے حدیث نہیں لیتے تھے اور ابو حاتم نے کہا کہ یہ وہی ہے جس نے نافع عن عمر کے طریق سے تہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے۔ اور اس نے نافع عن ابن عمر سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

من اتى عرافا فساله لم تقبل

جو بخومی کے پاس گیا اور اس سے

لم صلاة او بعين يوم

سوال کیا تو اس کی نماز چالیس دن

تک قبول نہیں ہوگی۔

اور نافع عن ابن عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اسہمہ لمفادس سہمین و کہ گھوڑ سوار کیلئے دو حصے اور  
 لدر احل سہما پیدل جہاد کرنیوالے کیلئے ایک حصہ  
 اس میں ایسے مقلوبات اور موقوفات ہیں جن کا انکار سہرودہ شخص کرے  
 گا جس کا مطالعہ گہرا اور ان کے مصادر سے واقف ہے۔

امام ابو عیسیٰ ترمذی نے اپنی (جامع) میں فرمایا۔  
 عبد اللہ بن عمر کی یحییٰ بن سعید نے حفظ کی وجہ سے تضعیف فرمائی ہے۔  
 امام بخاری نے اپنی تاریخ میں فرمایا۔ یحییٰ بن سعید اس کی تضعیف کرتے  
 تھے۔ امام نسائی نے کتاب الکسب میں فرمایا ضعیف ہے۔  
 امام عقیلی فرماتے ہیں۔  
 یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف کہا۔

عبد اللہ فرماتے ہیں میں نے اپنے باپ سے اس کے بارے پوچھا  
 تو فرمایا۔ یہ ایسا ایسا ہے۔

امام ابو زرہ دمشقی نے فرمایا۔  
 امام احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ عبد اللہ بن عمر کی حدیث کیسی ہے تو فرمایا  
 کہ یہ اسانید میں زیادتی کرتا ہے اور مخالفت کرتا ہے۔ آدمی نیک تھا۔  
 امام عقیلی نے امام احمد کا یہ قول ابو بکر الہثم سے بیان فرمایا ہے۔  
 اسحق بن منصور نے امام یحییٰ بن معین سے روایت کی انہوں نے کہا  
 (صوریج) ہے۔

امام عبد اللہ بن علی المدینی نے اپنے باپ علی بن المدینی سے  
 روایت کی کہ وہ ضعیف ہے۔ امام یعقوب بن شیبہ نے فرمایا صدوق (سچا)  
 ہے مگر اس کی حدیث میں اضطراب ہے۔ امام صالح بن محمد البغدادی نے فرمایا

کمزور اور لین الحدیث ہے۔ امام ابو حمد عالم نے کہا کہ بیان کے نزدیک قوی نہیں ہے۔  
(الاعلام المتکلی ۳۶-۳۸)

میں کہتا ہوں کہ ابن عبدالہادی نے زیادتی سے کام لیا ہے کہ جرح تو تمام بیان کردی مگر تعدیل سے صرف چند چیزوں پر قناعت کی۔  
اب جو شخص ابن عبدالہادی کی عبارت تک ہی محدود رہے گا تو وہ سمجھے گا کہ یہ راوی واقعی ضعیف ہے لیکن فی الواقع اور نفس الامراس کے بالکل الٹ ہے۔ لہذا ان درج ذیل امور کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

## فصل

### ابن حبان جرح میں متشدد ہیں:

۱۔ ابن حبان نے یہ کلام (المجروحین ۲/۶) میں کہا ہے۔

ابن حبان کا جرح میں مبالغہ کرنا اور متشدد ہونا مشہور ہے محمد بنین کی ایک جماعت نے ابن حبان کا تشدد اور مبالغہ بیان کیا ہے ان میں سے امام ذہبی اور ابن حجر بھی ہیں امام ذہبی (المیزان ۱/۲۴۳) میں اقلید بن سعید کے حالات میں ابن حبان کے قول (کہ یہ ثقات سے موصنوعات روایت کرتا ہے اس سے احتجاج جائز نہیں اور اس سے کسی حال میں بھی روایت نہیں لی جائے گی) پر فرماتے ہیں۔

ابن حبان جن اوقات ثقہ راوی پر جرح کرتا ہے حتیٰ کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے منہ سے کیا نکل رہا ہے۔ اور محمد بن فضل السدوسی المعروف بصام

کے حالات (۸/۴) میں فرمایا۔

دارقطنی نے کہا کہ آخر میں اس کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا اور اختلاط کے بعد اس پر حدیث منکر ظاہر نہیں ہوتی تھی۔  
اور عام ثقہ ہے۔

میں (ذہبی) کہتا ہوں یہ قول اپنے زمانے کے اس حافظ کا ہے کہ امام نسائی کے بعد اس جیسا کوئی نہیں آیا۔ اب ابن حبان کا قول کہاں گیا جو اس نے عام کے بارے کیا۔

یہ آخری عمر میں مختلط اور متغیر ہو گیا تھا حتیٰ کہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا بیان کر رہا ہے پس اس کی حدیث میں کثرت سے منکر روایات واقع ہو گئیں پس واجب ہے کہ اس کی ایسی حدیث سے احتیاط کیا جائے جو اس سے متاخرین کی ہیں۔ اور جب اس کی تمیز نہ ہو سکے تو اس کی تمام احادیث کو ترک کر دینا چاہیے اور کسی شے میں بھی اس سے احتیاج نہ کیا جائے گا۔  
اور ایوب بن عبدالسلام کے ترجمہ (۲۹۰/۱) میں کہا۔

ابن حبان صاحب طعن تشنیع اور صاحب تشغیب ہے۔ اور سوید بن عمرو الکلبی کے ترجمہ میں انکی ابن معین وغیرہ سے توثیق بیان کرنے کے بعد کہا۔  
ابن حبان حد سے بڑھ گیا اور اسراف کرتے ہوئے کہا کہ یہ شخص اسناد کو قلب کر دیتا ہے اور صحیح اسناد کے ساتھ من گھڑت متون بیان کر دیتا ہے۔

(المیزان ۱/۲۵۳)

اور عثمان بن عبدالرحمن الطرائفی کے حالات (۴۵/۴) میں فرمایا۔

اور ابن حبان نے اپنی عادت سے مجبور ہوتے ہوئے کہا۔

یہ ضعیف لوگوں سے اشیاء روایت کرتا ہے اور ثقات سے

تدلیس کرتا ہے کہ سننے والے کو شک بھی نہیں گزرتا کہ یہ موضوع ہے پس اس کی اخبار میں موضوعات کی دہرمار ہو گئی تو لوگوں نے اس پر جرح کی میرے نزدیک اس سے کسی حال میں بھی روایت لینا جائز نہیں ہے۔  
 حاصل کلام یہ کہ ابن حبان کا کلام اس باب میں تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ خاص کر ایسے رجال کے بارے میں جن کی توثیق کی گئی ہے۔ ابن حبان نے دلیل کے طور پر عبداللہ العمری کی تین احادیث بیان کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان میں عبداللہ نے خطا کی ہے۔

۱۔ کہ اس نے نافذ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب وضو فرماتے تو واڑھی شریف کا خلال کیا کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اس روایت میں کوئی علت ہے تو وہ عبداللہ العمری سے روایت کرنے والے راوی میں ہے۔  
 اس پر محدثین کی تصریح موجود ہے مثلاً

امام طبرانی نے المعجم الاوسط (مجمع البحرین ۱/۳۹) میں کہا یہ روایت سولے مؤثر بن اسماعیل کے اور کسی نے عبداللہ العمری سے نہیں کی۔  
 اور مؤثر بن اسماعیل کی جماعت محدثین نے تضعیف کی ہے امام بخاری ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ منکر الحدیث ہے۔

پس اولیٰ بلکہ واجب ہے کہ اس علت کا سبب مؤثر بن اسماعیل کو ہی بتایا جائے۔

۲۔ امام ابن حبان نے کہا کہ عبداللہ نے روایت کی نافع سے انہوں نے ابن عمر سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بخونہ کے

پاس آیا اور اس سے سوال کیا اس کی چالیس روز تک نماز قبول نہیں ہوتی۔ اسے ابن وہب نے (الجامع، ۱۱۴) میں اس طرح بیان کیا ہے۔

میں نے عبد اللہ سے سنا وہ نافع سے روایت کرتا ہے وہ حضرت ابن عمر سے مرفوعاً بیان کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن حبان کا خیال ہے کہ عبد اللہ نے اپنے بھائی کی نفی کی ہے جس سے اس روایت کو نافع عن صفیۃ عن لجنۃ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔

اس سند سے اس کو مسلم نے اپنی (صحیح، ۱۷۵۱/۲) امام احمد نے اپنے مسند میں (۶۸/۲) ابو نعیم نے (حلیہ، ۱۰/۴۰۷) اور تاریخ اصبہان میں اور بیہقی نے (السنن الکبریٰ، ۸/۱۳۶) میں روایت کیا۔ پس ابن حبان نے عن نافع عن صفیۃ والی مسند کو صواب قرار دیدیا۔ حالانکہ ابو نعیم نے (حلیہ، ۸/۲۴۶) میں ابو اسحاق السبئی عن سعید بن وہب عن ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت بیان کی۔

میں کہتا ہوں کہ ابو اسحاق السبئی اور سعید بن وہب دونوں معروف اور ثقہ ہیں یہ متابعت ظاہر کرتی ہے۔ یہ حدیث سند عبد اللہ بن عمر سے صحیح ہے اور اس میں عبد اللہ العمری نے کوئی خطا نہیں کی جیسا کہ عبد اللہ العمری کو غلطی قرار دینے والوں نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔

۱۳۔ ابن حبان نے کہا۔ کہ نافع نے حضرت ابن عمر سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گھوڑ سوار مجاہد کے لیے مال غنیمت میں سے دو حصے اور پیدل مجاہد کے لیے ایک حصہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابن حبان کا خیال ہے کہ اس میں عبد اللہ العمری نے

اپنے بھائی عبید اللہ کی مخالفت کی ہے کہ اس نے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے۔

ان الثمنی منی اللہ ملیہ وسلم جعل  
الفرس سہمین ولصاحبہ  
کہ گھوڑے کے لیے دو حصے  
اور پیدل کیلیے ایک حصہ  
سہمنا۔

اس کا جواب وہی ہے جو کہ علامہ ابن حجر نے (فتح الباری ۶/۶۸) میں دیتے ہوئے کہا۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ایک حصہ گھوڑے والے کیلیے اس کے گھوڑے کے سبب اس حصہ کے سوا ہے جو کہ اس کا اپنا مخصوص حصہ ہے۔  
اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس میں عبید اللہ العمری نے غلطی کی ہے تو یہ اس کی ہر روایت کے لیے تو نقصان دہ نہیں ہوگی۔ اور زیادہ روایات کرنے والا آدمی کبھی کسی حدیث میں غلطی کر جائے تو اس کا جو حکم ہوتا ہے اس کے مطابق ہوگا

## اعتراض و جواب:

اور اگر کہا جائے کہ معنی ترک ابن حبان کے علاؤہ ابن عمار الموصلی نے بھی ذکر کیا ہے اور وہ ابن عمار الموصلی ہیں جیسا کہ (تہذیب التہذیب ۵/۳۲۸) میں ہے کہ اس کو سوائے یحییٰ بن سعید کے کسی اور نے ترک نہیں کیا۔

میں کہتا ہوں کہ عمرو بن علی القلاس نے کہا کہ یحییٰ بن سعید اس سے روایت نہیں کرتے۔ یہ اور اس کے علاوہ کسی نے بھی یحییٰ بن سعید کی اس سے عدم روایت پر دلیل بیان نہیں کی۔ اور ماہر فہن جانتا ہے



کہ ابن عمار نے ترک کا لفظ یہاں اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں کیا۔ بلکہ ان کا لفظ بمعنی عدم روایت لیا ہے اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے جو ذہن میں رکھنا چاہیے اور اس کی تائید و وضاحت امام ابو عیسیٰ، ترمذی کا قول کرتا ہے جو (العلل سے شرح ۱۲۱) میں ہے کہ یحییٰ بن سعید سے منقول کہ جب ایک آدمی اپنے حفظ سے حدیث بیان کرے اور دوسری مرتبہ اس کے علاوہ بیان کرے تو ایک روایت پر اس کا ترک ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان لوگوں سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ جن کو یحییٰ بن سعید القفطان عبد اللہ بن الہادی جس نے عبد اللہ العمری کی حدیث میں عیب بیان کیا ہے ایک راوی کے بارے میں خود کہتا ہے کہ یحییٰ بن سعید کا کسی راوی سے خوش نہ ہونا اس کے روایت کے قاصر نہیں ہے کیونکہ یحییٰ کی شرائط رجال کے بارے میں بڑی سخت ہیں اور اسی لیے وہ خود کہتے ہیں کہ میں کسی راوی سے راضی نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس راوی سے پانچ آدمی روایت کریں۔ اس حیثیت سے اگر وہ کسی راوی سے روایت نہیں کرتے تو وہ عبد اللہ العمری کی طرح ہی ہوگا۔ (فتاویٰ)

## ترک کا معنی روایت نہ لینا بھی ہے

حافظ ابن حجر نے مقدمہ الفتح الباری (۲۰۳) میں زبیر البصری کے حالات میں فرمایا۔

امام باجی نے بخاری کے رجال کے بارے میں علی بن مدینی سے بیان کیا کہ اس کو شعبہ نے ترک کیا ہے تو میں کہتا ہوں ان کی اس سے مراد یہ ہے کہ شعبہ نے اس سے روایت نہیں لی۔ اور ان دونوں لفظوں

میں واضح فرق ہے۔ اور کبھی روایت دینا ایسے شبہ کی بنا پر ہوتا ہے جس سے جرح لازم نہیں آتی۔ اور قابل التفات نہیں ایک ان دلائل میں سے جو دلالت کرتے ہیں کہ عبد اللہ العمری کے بارے میں ابن حبان کا قول غیر معمول بہ اور قابل التفات نہیں بلکہ دلیل ہے کہ العمری کے بارے میں محدثین کی دو آراء —

ہمیں بعض ان کی روایت کو قبول کرتے اور بعض انہیں ضعیف قرار دیتے ہیں اور یہ دوسرا گروہ بھی ان کی حدیث کو بطور متابع اور شواہد قبول کرتا ہے۔ اور یہ طے شدہ اصول ہے کہ متروک کی حدیث متابعات اور شواہد میں بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ اس کا ضعف ان کے نزدیک نہایت خفیف ہے جو کہ متابع اور شاہد کے اُتے سے ذائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی حدیث حسن وغیرہ کے درجہ میں ترقی کر جاتی ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ وہ شخص ہے جس سے امام مسلم نے صحیح میں اس کے معانی بلیدہ کے ساتھ مقرون روایت کی ہے۔

یہی جس راوی سے امام مسلم اپنی صحیح میں اخراج کریں اگرچہ کسی دوسرے کے ساتھ مقرون نہ ہی ہو تو کیا اس کا حال وہ ہوگا جو کہ ابن حبان نے بیان کیا اور ابن عبد العادی نے اس پر اعتماد کیا۔

## دو درجہ سے محل نظر

ابن عبد البہادی نے امام احمد بن حنبل سے ان کا یہ قول نقل کیا کہ یہ ایسا ایسا ہے اور یہ سندوں میں زیادتی کرتا اور مخالفت کرتا ہے لیکن آدمی نیک تھا:

میں کہتا ہوں کہ جہاں تک پہلے قول کا تعلق ہے تو وہ دو درجہ سے محل نظر ہے۔

۱:- امام ذہبی نے میزان (۴/۳۸۳) میں یونس بن ابی اسحاق السبعی کے حالات میں امام احمد کے قول (کذا وکذا) کے بارے میں فرمایا۔ کہ یہ قول عبد اللہ بن احمد زیادہ تر ان کے بارے میں استعمال کرتے ہیں جن کے بارے میں ان کے والد نے آگاہ کیا دیگر مقامات پر اس کا استعمال بتانا ہے کہ یہ اس راوی کے بارے میں ہے کہ جس میں یونس بن ابی اور یونس کا درجہ ضعف سے نہایت کم درجہ ہوتا ہے۔

لیکن افسوس ابن عبد البہادی نے امام احمد کا وہ قول ذکر نہیں کیا جو العمری کی توثیق پر دلالت کرتا ہے۔ انہوں نے کہا۔

صالح لا یاس بہ وقدادی یہ صالح آدمی ہے اس میں کوئی عیب الناس صرح نہیں اور بہت لوگوں نے اس

سے روایت لی ہے

(المجروح والمعدیل ۱۰۹/۵ - ۱۱۰)

۲- امام ابن عدی نے (الکامل) - (۴/۴۶۰) میں باسند -

امام احمد سے العمری کے بارے نقل فرمایا کہ وہ ایسا ایسا ہے۔  
ابوظالب نے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے العمری کے متعلق پوچھا  
تو انہوں نے فرمایا۔

صالح قدس دی عتہ      صالح ہے اور اس سے روایت لی  
لابأس بہ وکن لیس      گئی ہے اس میں کوئی حرج نہیں  
مثل اخیہ عبید اللہ      لیکن یہ اپنے بھائی عبید اللہ کے  
مثل نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ امام احمد بن حنبل کے اقوال سے آگاہ آدمی جانتا ہے  
کہ ان کا کلام اس راوی کی توثیق نسبی یا منعت — بیان کر رہا ہے۔  
کیونکہ دوسرا لفظ لاکر معنی متعین کر رہا ہے کہ وہ نسبت اپنے بھائی  
عبید اللہ (جو کہ زبردست ثقہ اور حافظ ہے) سے نچلے درجے میں ہے۔

## امام سخاوی کا اہم نوٹ

اور امام سخاوی نے جرح و تعدیل نسبی پر (فتح المغیث ۱/۴۸۸)

میں یہ نوٹ لکھا ہے۔

ضروری ہے کہ تزکیہ کرنے والوں کے اقوال و مخارج میں آدمی غور  
فکر کرے۔ کبھی وہ کہتے ہیں۔ فلاں ثقہ ہے یا ضعیف ہے تو اس  
سے انکی مراد یہ نہیں ہوتی کہ ان کی روایت سے احتجاج درست ہے  
یا اس کی روایت کو رد کر دینا چاہیے بلکہ یہ اس شخص کی نسبت ہوتا  
ہے جو کہ اس کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے کہ جس کے بارے میں سائل  
سوال کرتا ہے۔ وہ فاضل کے بارے میں اس کے حدیث متوسط ہونے

کے بارے سوال کرتا ہے اور وہ ضعیف کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ تو وہ کہتا ہے فلاں ثقہ ہے تو اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ ضعیف نہیں اور جب اس سے صرف اکیلے کے بارے میں سوال ہوتا تو وہ اس کا حال متوسط بیان کرتا ہے اس کی بہت ساری مثالیں میں مگر ان کے ذکر سے کلام طویل نہیں کرنا چاہتے۔ (یعنی راوی بذات خود متوسط درجہ کا ہے لیکن جب اس کے ساتھ دوسرا شخص ملا ہوا ہو اور دونوں کے بارے میں اکٹھا سوال ہو تو ضعیف راوی کی نسبت اس کو مطلقاً ثقہ کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ متوسط طبقہ کا ثقہ ہوتا ہے اسی طرح مطلقاً ضعیف کہہ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ متوسط درجہ کا ضعیف ہوتا ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ روایت عبد اللہ کے مطابق امام احمد کا المعری کو کمزور کہنا اس کے بھائی عبد اللہ کی نسبت (جو ثقہ اور حافظ ہے) اور اس کی تائید ابن عبد البادی سے بھی آئے گی۔ (انشار شد)

## فصل

### امام ابن معین کی توثیق

ابن عبد البادی نے امام یحییٰ بن معین سے دو قول نقل کیے ہیں پہلا یہ کہ اس کا ضعیف ہونا دوسرا اس کا نہایت ہی کم درجہ کا صالح

ہوتا۔

مگر ان کے بارے میں یحییٰ بن معین نے جو کچھ کہا ہے وہ تمام کا احاطہ نہیں کیا۔

ابن ابی مریم نے یحییٰ بن معین سے ان کے بارے میں نقل کیا۔  
 لیس بہ بائس      اس میں کوئی حرج نہیں اور اس  
 یکتب حدیثہ      حدیث لکھی جاتی ہے۔  
 اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ ابن معین کا کس شخص کے بارے میں لیس بہ  
 بائس کہتے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ وہ ثقہ ہے۔

عثمان بن سعید الدارمی کہتے ہیں میں نے ابن معین سے کہا کہ عبد اللہ بن عمری  
 کا نافع سے کیا حال ہے فرمایا کہ صالح ثقہ ہے (الکامل ۱/۴۵۹)

۱۔ ابن معین سے عمری کی مطلقاً توثیق مروی ہے

۲۔ اس سے اس کی روایت بالخصوص نافع سے توثیق ہے۔ جیسا کہ جاری

یہ حدیث ہے۔

یہ امام جرح والتعديل کی طرف سے نزاع کو ختم کرنے کے لیے  
 نص تاطوع ہے۔

جس امام دارمی نے امام ابن معین سے یہ نص روایت کی ہے  
 وہ ان کے مشہور اور معتبر ترین شاگردوں میں سے ہے۔

سابقہ عبارات سے معلوم ہوا کہ امام احمد اور امام جرح والتعديل  
 یحییٰ بن معین کے اقوال میں سے راجح اقوال کے مطابق عبد اللہ بن  
 عمری کی حدیث مقبول ہے اور جب تک اس کی مخالفت نہ پائی  
 جائے گی اس پر اعتماد کیا جائے گا۔ یہ اس کی مشہور جمہور ثقات کے  
 نزدیک شان ہے۔

# فصل

## عبداللہ بن عمر العمری کی توثیق پر ائمہ محدثین کی تصریحات

جب قارئین کرام پر یحییٰ بن معین و احمد بن حنبل اور ابن حبان کے «العمری» کے بارے میں اقوال کی حقیقت واضح ہو چکی تو اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اس کو جماعت ائمہ نے ثقہ کہا ہے اور بہت سے حفاظ امت نے اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ کتب جرح و تعدیل میں مشہور و مسطور ہے۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ ابن عبدلہادی نے ان اقوال توثیق کو بیان نہیں کیا۔ اور «العمری» کو ثقہ کہنے والوں میں (جس کا ذکر ابن عبدلہادی نے نہیں کیا) وہ امام العلم احمد بن صالح المصری ہے۔ (ثقات ابن شاذان ۱۵۱)

امام ابو حاتم الرازی «الجرح ۵/۱۱۰» میں بیان کرتے ہیں۔  
میں نے احمد بن صالح کو دیکھا کہ یحییٰ بن اللہ علی عبداللہ العمری وہ عبداللہ بن عمر العمری کی تعریف کرتے تھے۔  
امام غزالی نے فرمایا۔

لابأس بہ (الثقات ۲۳۹) کہ اس سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام ابن شاذان نے اس کو ثقہ کہا کیونکہ انہوں نے اس کو اپنی (کتاب الثقات ۱۵۱) میں ذکر کیا ہے۔

امام خلیلی نے فرمایا۔

ثقفہ ہے لیکن حفاظ حدیث اس کے حفظ سے راضی نہیں ہیں اور ان کا کہنا کہ حفاظ حدیث ان کے حفظ سے راضی نہیں، کا مفہوم یہ ہے کہ بہت زیادہ محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ ایسے اقوال کی مثال (مقدمہ فتح الباری ۴۲۰) میں ملاحظہ فرمائیں۔

یا شاید اس سے مراد یہ ہو کہ اس کا ماقظہ اپنے بھائی عبید اللہ العمری کی طرح قوی نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں بہت سارے اقوال اس کے بھائی کی مقارنت کی وجہ سے واقع ہوئے ہیں۔

جیسا کہ امام ابن عدی کی اس سلسلہ میں تصریح آرہی ہے۔  
الغرض یہ راوی امام ابویعلیٰ الخلیلی کے نزدیک ثقہ ہے۔

عبدالرحمن بن جہدی اس سے روایت کھتے ہیں اور اس کی ابویعلیٰ الموصلی تحسین کرتے ہیں اور ایسے ہی یعقوب بن شبیبہ اس کو حسن کہتے ہوئے (تاریخ بغداد: ۲۰/۱۰) میں کہا۔

صدوق ہے مگر اسکی حدیث میں اضطراب ہے۔

حدیث میں اضطراب کا ہونا اس کو ثقہ اور صدوق کی تصریف سے خارج نہیں کرتا۔

ابن السکن نے اس کی حدیث کو صحیح کہا اور یہ اُن کی طرف سے اس کی توثیق ہے۔

اور امام ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا (ترمذی مع شرح تحفہ

۳۹۱/۳۹۲) باب ما یقول اذا رای مبتلی۔ اور باب فی ثواب الحج (۳۹۰/۳۹۱) اور باب دخول مکہ نہارا



(یہاں عبدالرحمن مبارکپوری کو سہو ہوا کہ اس نے اسے عبید اللہ بن عمر  
العمری سمجھا حالانکہ یہ عبید اللہ بن عمر العمری ہے) (تحفۃ ۶ : ۱۰۷)

امام بخاری نے اس کی حدیث کی تصحیح کو جائز رکھا جیسا کہ ان کی عبارت  
د جزو رفع لیدین ۲۵ میں کس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور انہوں نے  
اس کو اپنی تصحیح کی کتاب العلم باب المتاولہ (الفتح ۱/۱۵۴) میں ذکر کیا  
اور کرمانی نے جزم کیا ہے کہ یہ العمری ہے اور امام بۃ الدین عینی بھی اس  
طرف مائل ہیں (۱/۴۰۷) اور حافظ ابن حجر نے ان دونوں کی مخالفت  
کی ہے (الفتح ۱/۱۵۴) اور امام ابن کثیر نے سورہ القصص کے شروع  
میں ان کی تحسین کی ہے اور امام المتذری نے الترغیب والترہیب میں  
اس کو حسن کہا ہے۔ (لیکن اس وقت مقام یاد نہیں کہ کہاں ذکر کیا ہے)۔  
ابن عدی نے (الکامل : ۵/۱۸۶۹) میں کہا کہ لوگوں نے اس کی توثیق  
کی ہے۔ یعنی لوگوں نے اس کی حدیث قبول کی ہے!

## امام ابن عدی نے (الکامل ۴/۱۴۶۱) میں فرمایا

عبید اللہ عمر کی حدیث صالح ہے اور اس سے ابن وہب اور وکیع جیسے  
ثقافت نے روایت لی ہے اور ان کی روایات میں کوئی حرج نہیں اور  
ائمہ نے ان کے بارے میں فقط یہ فرمایا کہ وہ اپنے بھائی عبید اللہ کی طرح  
ثقہ نہیں ہے لیکن بذات خود صدوق ہے اور اس کی روایت لینے میں کوئی  
حرج نہیں ہے۔

امام ابن عدی کا یہ قول ان کے بارے میں نہایت ہی مقبول

پس متکلم فیہ راوی کی حدیث حسن شمار ہوگی جب تک کہ اس کی مخالفت اس سے زیادہ ثقہ سے ثابت نہ ہو۔ اور اس کا ترجمہ ان کے ساتھ ملا ہوا ہوگا کہ جن رواۃ کی روایت کو محدثین نے حسن قرار دیا ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق، عبد اللہ بن محمد بن عقیل بیان سے علیحدہ نہیں ہوگا مگر کہ کسی شخص کی حدیث کی تحسین ذکر کی جائے۔ اور اسی طرف امام ذہبی گئے ہیں۔

انہوں نے (المغنی ۱/۳۸۸) میں بیان فرمایا۔

صديق حسن الحديث۔ کہ سچا اور حسن الحدیث ہے۔

اور امام ذہبی نے اپنی دو کتابوں (الکاشف: ۹۹/۲) اور (الدیوان:

۱۴۳) میں اس کے بارے میں صرف عبارات توثیق پر ہی اکتفا و اختصار کیا ہے (اور عبارت جرح بیان ہی نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ذہبی کے نزدیک اس کی تعدیل ہی راجح ہے مترجم)

اور اس راوی کو اپنی کتاب (من تکلّف فیہ وہو موثق: ۱۳) میں بیان کیا ہے۔

حافظ سخاوی نے (التحفة اللطيفة ۳/۳۶۶) میں فرمایا۔

كان عالماً صالحاً کہ یہ عالم صانع بہتر و افضل

خبراً صالح الحدیث اور صالح الحدیث ہے

۱۔ اس رسالہ میں امام ذہبی نے ان راویوں کا ذکر کیا ہے کہ جن پر جرح کی گئی ہے مگر انکی توثیق راجح ہے جیسا کہ رسالہ کے نام سے ہی ظاہر ہو رہا ہے (مترجم غفرلہ)

## فصل

المرہم عبداللہ بن عمر العمری کو بالفرض محال ضعیف بھی تسلیم کر لیں۔  
امام عثمان بن سعید نے کہا میں نے یحییٰ بن معین سے کہا کہ عبداللہ  
العمری کا نافع سے کیا حال ہے؟ فرمایا یہ صالح اور ثقہ ہے

(الکامل: ۱۴۵۹/۴)

میں کہتا ہوں کہ یہ راوی یہاں نافع سے ہی روایت کر رہا ہے۔  
امام الجرح والتعديل یحییٰ بن معین کی طرف سے نزاع کے ختم کرنے کے  
لیے یہ نص قاطع ہے۔

## تنبیہ

ابن عبدالمادی نے۔ العارم المنکی میں عبداللہ بن عمر العمری کی روایت  
کو ضعیف پر محمول کر کے ضعیف قرار دیا ہے تعجب ہے کہ یہی راوی جب  
”التنقیح“ میں لاتا ہے تو اس کو قوی قرار دیتا ہے اور اسے ضعیف  
کہتے والے اور اس سے احکام میں احتجاج نہ کرنے والے کا رد کیا ہے  
جب مخالفت عبداللہ بن عمر العمری کو ضعیف کہتا ہے تو اس کے  
جواب میں ابن عبدالمادی (۱۳۲/۱) کہتا ہے اور عبداللہ بن عمر کی  
روایت کے بارے میں یحییٰ بن سعید نے اس کو فرمایا۔ کہ اس میں کوئی  
حرج نہیں ہے۔ اور اس سے ان کی مراد اس کی توثیق ہے۔

پھر دوسرا تعجب یہ ہے کہ جب یہ علم ہو گیا کہ یحییٰ بن معین کی یہ  
روایت عبداللہ بن عمر العمری کی توثیق کا نامزدہ دیتی ہے تو اسے ابن

عبدالہادی نے العام میں اشارتاً بھی اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ (نساء اللہ العاقبة)

الغرض مذکورہ تفصیلی سے واضح و ثابت ہو گیا۔

من ترار قبوری وجبت یقیناً حسن ہے اور یہی قواعد حدیث

لہ شفاعتی کا تقاضہ ہے

اور جہاں تک متکبر اور ضدی شخص کا معاملہ ہے تو وہ نہ ہمارا مخاطب ہے

اور نہ ہی اس سے کلام مقصود ہے۔

## دوسری حدیث

ومن زارنی فی مماتی کان جس نے ہمارے وصال کے

کمن ترارنی فی حیاتی کمن بعد ہماری زیارت کی گویا کہ اس

ومن ترارنی حتی ینتھی الی نے ہماری ظاہرہ حیاتی میں زیار

قبوری کنت لہ شہید ۲ کی اور جو میری زیارت کیلئے میرے

یوم القیامۃ " روضہ تک پہنچائیں تیامت

کے دن اُسکی شفاعت کرونگا۔

اس کو عقیلی نے (الشفاء : ۳/۴۵۴) میں اس سند سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

حدثنا سعید بن محمد الحضرمی ثنا فضالة بن سعید بن زمیل

المأمری حدثنا محمد یحیی المأمری عن ابن جریج عن عطاء عن

ابن عباس بہ مرفوعاً۔

امام تقی الدین السبکی نے (الشفاء السقام ۳۸۱) میں اپنی سند کے ساتھ ابن عساکر کے طریق سے عقیلی کی مذکورہ سند کیا قدر روایت کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

من رآنی فی المنام کان  
کمن رآنی فی حیاتی !  
حس نے مجھے خواب میں دیکھا  
گو یا کہ اس نے مجھے ظاہری  
حیات میں دیکھا۔

صحیح الفاظ وہی ہیں جو کہ عقیلی نے نقل کیئے ہیں۔ ہاں ابن عساکر کی روایت بھی صحیح ہے اور لفظ زیارت دونوں میں ہی موجود ہے۔ اس حدیث میں فضالہ بن سعید بن زمیل اور اس کے شیخ محمد بن یحییٰ بن قیس المأربی کی وجہ سے علت بیان کی گئی ہے! جہاں تک فضالہ بن زمیل المأربی ہے اس کے بارے میں عقیلی نے (لغفاء ۳/۵۷۴) میں کہا کہ اس کی حدیث غیر محفوظ ہے اور یہ حدیث اس کے سوا سے معروف نہیں ہے۔ حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کہ محل بحث اس کی اسناد ہیں۔

یہ حدیث ایک اور سند سے مروی ہے اور اس میں بھی کمزوری ہے۔

عقیلی کا کلام ان امور پر دلالت کر رہا ہے۔

۱۔ یہ کہ فضالہ بن سعید المأربی کی حدیث غیر محفوظ ہے

۲۔ یہ مفروضہ ہے۔

۳۔ اس سند میں کمزوری ہے۔

تیسرے امر کا خلاصہ یہ ہے کہ عقیلی کی نظر میں اس سند میں کمزوری

ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لین کا درجہ ضعیف سے بہت ہی کم ہے۔  
حافظ ذہبی پر تعجب ہے کہ انہوں نے فضالہ بن سعید بن زویل الماری  
کے ترجمہ میں یہ حدیث ذکر کی پھر (۳۴۹/۳) میں کہا میرا بن جبریک پر موضوع  
ہے۔

سند اور متن میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ذہبی کے دعوے کی مدد کر  
سکے۔ یہ ایسا دعویٰ ہے کہ جس پر دلیل نہیں ہے اور نہ ہی ذہبی نے  
اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش کی ہاں عقلی کا یہاں کلام ذہبی سے زیادہ  
مضبوط اور قوی ہے!

## فصل

اور محمد بن یحییٰ بن قیس الماری کو دارقطنی (سوالات البرقانی: ۴۶۶)  
نے ثقہ کہا، ابن حبان نے (۴۵/۹) اور ابن ابی حاتم نے ان سے عت  
محمد بن کاروایت لڑنا (الجرع والتعديل ۱۲۳/۸) بیان کیا اور اس میں  
جرع اور تعديل ذکر نہیں کی۔ اور ابن حزم! نے کہا: مجہول ہے!  
پس اس میں دارقطنی اور ابن حبان کی توثیق قبول کی جائے گی۔  
کیونکہ یہی قواعد حدیث کے مطابق ہے کیونکہ عالم، جابل کے خلاف  
ہوتا ہے۔

## اعتراف و جواب

اور اگر کہا جائے کہ اس بارے میں ابن عدی سے (الکامل ۲۳۹/۶)  
میں کہا کہ اس کی احادیث۔ مظلمہ اور منکرہ ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ ابن عدی کی طرف سے سراسر زیادتی ہے۔  
اس نے اس کے ترجمہ میں دو حدیثیں ذکر کیں۔

پہلی :- شہرہوں کی مدح و ذم میں ہے پس اس کو اس سے روایت کرنے والے پر حمل کیا جائے گا۔ اور وہ خطاب بن عمر الہمدانی ہے۔  
دوسری :- اس کے ترجمہ میں (المیزان) میں کہا کہ یہ مجہول ہے اور اس کی حدیث شہرہوں کے بارے میں جھوٹ ہے !  
اور عقیلی نے صیح بات کی کہ یہ موضوع حدیث اس نے خطاب بن عمر الہمدانی کے ترجمہ میں ذکر کی (۲۵/۲)

اور دوسری حدیث جس کو ابن عدی نے محمد بن یحییٰ المارہی کے ترجمہ میں ذکر کیا وہ حدیث استقطاع ہے جس کی اصحاب سنن وغیرہم نے تخریج کی ہے۔

اس کی تصحیح ابن حبان (۲۵۱/۱۰) نے کی ہے تو بات کرنا آسان ہے مگر ایسا شخص اس کا مستحق نہیں ہے کہ اس میں کہا جائے کہ اس کی احادیث مظلمہ اور منکرہ ہیں۔ کیا بنے گا ان کثیر احادیث کا جو اس وصف کی مستحق ہیں ؟

امام ذہبی نے (الکاشف ۳/۹۵) میں اسکی توثیق کی ہے !  
پس یہ بات تقاضہ کرتی ہے کہ جو کچھ محمد بن یحییٰ المارہی کے ترجمہ میں (المیزان ۴/۶۲) میں بیان کیا ہے اس میں تردد ہے۔

اور خلاصہ یہ ہے کہ محمد بن یحییٰ المارہی میں اسکے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا خلاصہ وہ ہے جسے ابن حجر نے (التقریب ۵۱۳) میں بیان کیا۔ کہ یہ لین الحدیث ہے اور ترمذی — ایسے راوی کو (جس میں

مذکورہ بالا کلام (جو) حسن کہتے ہیں !

## اہم نوٹ

ابن عبدالمادی کی محمد بن یحییٰ الناری کے بارے میں رائے غلط ہے بلکہ یہ تشدد و اور انصاف سے بہت دور ہے اس نے بیان کیا کہ یہ شخص متکلم فیہ ہے اور پھر اس پر جرح اور اسکی تضعیف کو ترجیح دی اور اس پر ابن عدی کا کلام ذکر کیا اور تائید میں شہروں کی مدح و ذم میں مروی حدیث پیش کی حالانکہ یہ گزر چکا کہ اس حدیث کا بوجہ خطاب بن عمر الہمدانی مجہول پر ہے پھر اس پر رکا اور وار قطنی کی توثیق کی صراحت ذکر نہیں کی جو کہ اس نے (سوال التبرانی ۴۶۴) میں کی ہے بلکہ اس نے زیادتی کرتے ہوئے موضوع حدیث بھی ساتھ ذکر کر دی (اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور حفاظت کا سوال کرتے رہنا چاہیے۔)

اور بعض کے گمان کے مطابق اس حدیث میں تیسری غلط ہے جس پر ابھی کلام باقی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس میں ابن جریج یعنی عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج مدلس ہے اور اس نے سماع کی تصریح نہیں کی۔

اس کا جواب ! یہ ہے کہ ابن جریج نے یہ روایت عطاء سے کی ہے اور اس کی عطاء سے روایت سماع پر محمول ہوتی ہے چاہے وہ سماع کی صراحت کرے یا نہ کرے کیونکہ ابن جریج نے کہا ! جب میں کہوں کہ عطاء نے کہا تو میں نے اس سے یہ سنا ہوتا ہے اگرچہ میں "سمعت" نہ کہوں۔ (تہذیب التہذیب ۱/۶۱/۴۰۶)

حاصل کلام یہ کہ جو کچھ گزرا اس سے معلوم ہوا کہ اس سند کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے اس میں ایک راوی مجہول



ہے اور وہ اس حدیث میں متفقہ ہے اور دوسرا راوی مختلف فیہ ہے وار قطنی نے اس کو ثقہ کہا اور ابن حبان نے اس کی روایت کو صحیح کہا اور اس کو ثقہ کہا ہے اور اس راوی سے اصحاب السنن امام نسائی ابو داؤد اور ترمذی نے روایت لی ہے اور حافظ (ابن حجر) نے اس کے بارے فرمایا کہ یہ! لین الحدیث ہے اور ذہبی نے کہا۔ اس کی توثیق کی گئی ہے۔

پس جب بات ایسی ہی ہے تو یہ سند صرف فضالہ بن سعید بن زہبیل الماری کے سبب ضعیف ہوگی۔ تو اس کا کسی دوسری روایت کے ساتھ قوت حاصل کرنا ممکن ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہ محمد بن عیسیٰ کی جماعت کی رائے کے مطابق حسن کے مشابہ ہو۔

یہ تنہا روایت فیصلہ دے رہی ہے کہ ان کی بات احادیث زیارت تمام کی تمام ضعیف بلکہ موضوع ہیں لغو و فضول ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ مذکورہ روایت کے لئے اس مسئلہ زیارت میں قوی و مضبوط ترین دیگر نظائر بھی موجود ہیں (بسم اللہ تعالیٰ سے غضب اور رضا میں انصاف پر قائم کرنے کی التماس کرتے ہیں۔

## تیسری حدیث

من زارنی بالمدينة	حس نے ثواب کی نیت سے
محتسبا كنت له شفيعا	مدینہ میں میری زیارت کی قیامت
وشهيدا يوم القيامة	کے دن میں اس کا شفیق اور گواہ
	ہوں گا۔

اس کو امام بیہقی نے (شعب الایمان: ۳/۴۸۸)  
 حمزہ بن یوسف السہمی نے (تاریخ تبرطان: ۴۸۸)  
 امام تقی الدین السبکی نے (شفاء السقام: ۳۵)  
 ابن ابی الدنیا نے (کتاب القبور) میں ذکر کیا ہے۔

تمام نے اسے "محمد بن اسماعیل بن ابی فدیہ عن سلیمان بن یزید الکلبی عن ابی  
 المثنی عن انس بن مالک کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 جس نے برائے ثواب مدینہ میں میری زیارت کی میں قیامت کے دن اس  
 کی شفاعت کروں گا اور گواہ ہوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ محمد بن اسماعیل بن ابی فدیہ  
 ثقہ ہے اور اس سے محدثین کی ایک جماعت نے روایت لی ہے۔ لیکن ابوالمثنیٰ  
 سلیمان بن یزید الکلبی کے بارے میں ابوحاتم نے کہا کہ یہ منکر الحدیث ہے اور  
 قوی نہیں ہے دارقطنی نے اس کی تصدیق کی اور ابن حبان نے المجروحین میں کہا۔  
 یہ روایات میں ثقات کی مخالفت کرتا ہے اس سے احتیاج درست  
 نہیں اور سوانہ نے اعتبار کے طور پر اس سے روایت لینا جائز نہیں ہے۔  
 لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کو کتاب الثقات: ۴/۳۹۵ میں ذکر کیا اور  
 امام ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے۔ تو یہ چیز تقاضہ کرتی ہے کہ یہ امام  
 ترمذی کے نزدیک صدوق الحدیث ہے۔ یہ کیونکہ حافظ ابن حجر نے (تعمیل  
 المنفعة: ۱۵۳) میں فرمایا۔

امام ترمذی کا قول: حسن غریب، تقاضہ کرتا ہے کہ راوی اس کے  
 نزدیک، صدوق معروف ہے، الخ  
 امام حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح کہا ہے (۴/۲۷۱-۲۷۲) تو یہ راوی  
 امام حاکم کے نزدیک ثقہ ہوگا۔

کی صحیح ہوتی۔ لیکن اس حدیث کو پچھلی حدیث کے ساتھ ملایا جائے تو اس حدیث کی قوت میں فائدہ ہوگا۔ اور اگر تامل یہ کیے کہ اگر اس کو حسن کے مشابہہ قرار دیا جائے تو صحیح ہے۔ اور ائمہ فقہانے کتنی ہی اس سے کم تر یا اسی طرت کی احادیث سے احکام میں احتیاج کیا ہے !

بکہ یہ اکیلی ہی زیارت کی مشروعیت کو ثابت کرتی ہے اور ابن عبداللہ نے حضرت انس سے اس کا دوسرا طرق بیان ہی نہیں کیا۔ گویا کہ وہ اس سے واقف ہی نہیں ہوا اسی لئے اس کا کلام صرف پہلی سند کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور اگر ابن عبداللہ اس پر واقف ہوتا تو ضرور بر ضرور مبہم راوی پر برستا جیسا کہ اس کا طریقہ ہے۔ کیونکہ وہ تو کہتا ہے اس مسئلہ زیارت میں کوئی حدیث صحیح ہے ہی نہیں۔

## چوتھی حدیث

من اتى المدينة زائراً  
 لی وجبت له شفاعتی  
 یوم القیامة، ومن مات  
 فی احد الحزمین بعث  
 آمناً،  
 جو شخص مدینہ شریف میری زیارت  
 کے لیے آیا قیامت کے دن اس  
 پر میری شفاعت واجب ہو گئی  
 اور جو دونوں حرموں میں سے کسی  
 ایک میں فوت ہوا وہ قیامت میں کی  
 حالت میں اٹھایا جائے گا۔

اس کو یحییٰ بن الحسن بن جعفر نے، اخبار المدینہ، میں روایت کیا۔ جیسا کہ (شفاء  
 السقام : ۴۰) میں ہے۔ سند یہ ہے۔

شنا محمد بن یعقوب، بسند مذکور حضرت بکر بن عبد اللہ

ثنا عبد اللہ بن وہب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 عن رجل عن بکر ابن عبد اللہ من النبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم قال: من أتى المدینة ذائلاً وجبت  
 له شفاعتی یوم القیامة ومن مات فی احد الحرمین  
 بعث آمناً  
 نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جو شخص  
 مدینہ شریف میری زیارت کیلئے آیا قیامت کے دن اس پر میری شفاعت واجب  
 ہوگی اور حد حرمین شریفین میں سے کسی ایک حرم میں فوت ہوا قیامت  
 میں امن کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔!

محمد بن یعقوب وہ ابو عمرو الاسدی الذہیری المذنی ہے اس کے بارے ابو  
 حاتم اور امام نسائی نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں  
 ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور کہا۔ مستقیم الحدیث  
 ہے (التہذیب: ۵۳۳/۹)

حافظ نے فرمایا: صدوق ہے (التقریب ص ۵۱۴)

اور عبد اللہ بن وہب۔ ثقہ حافظ اور فقیہ ہے۔

اور بکر بن عبد اللہ میرے خیال میں وہ المزنی البصری ہے اور وہ  
 جلیل القدر۔ ثقہ ثبت تابعی جیسا کہ (التقریب ص ۱۲۴) میں ہے اور اگر یہ  
 وہی ہے تو حدیث مرسل ہوگی اور اگر مبہم راوی نہ ہو تو یہ صحیح الاسناد ہے  
 اور سیحہ سمہودی نے (وفاء الوفا: ۴/۱۳۴۸) میں کہا کہ احتیال ہے کہ یہ بکر بن  
 عبد اللہ المزنی المذكور ہو یا وہ بکر بن عبد اللہ بن الربیع الانصاری الصحابی ہے  
 جس کا ترجمہ (الاصابہ: ۱/۱۶۶) میں ہے!

اور (العیارم المتکلی: ۳۴۳) میں بکر بن النصفیر بن عبد اللہ واقع ہے جو

کہ ناسخ (کاتب) کی غلطی ہے۔ اور اگر غلطی نہیں تو پھر یہ بعید ہے کیونکہ عبد اللہ بن وہب اپنی جامع میں کبیر بن عبد اللہ الشعمی المدنی ثم المصری جو کہ تبع تابعی ہے سے ایک واسطہ کے ساتھ روایت کرتا ہے۔ اور راجح وہی ہے جو کہ پیچھے بیان ہوا کہ یہ کبیر بن عبد اللہ المزنی ہے۔ (واللہ اعلم)

اور ان تینوں احتمالات کے ہوتے ہوئے یہ حدیث صرف ضعیف الاسناد

ہوگی۔

اور ابن عبد اللہ ہادی نے (الاعلام: ۲۴۳) میں تمام قواعد حدیث کو توڑتے ہوئے کہا یہ حدیث باطل ہے اور اس کی اصل نہیں یہ معضل روایت ہے ایسی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا یہ مراسیل میں سے ضعیف تراویح سب سے کمزور منقطع ہے!

میں کہتا ہوں کہ یہ شخص حد سے بڑھ گیا اور تشدد اور طعن تشنیع پر اتر آیا ہے پس اس حدیث میں سوائے مبہم راوی کے اور کوئی علت نہیں ملا لکھ اہل عبد اللہ ہادی کے امام، امام احمد بن حنبل وغیرہ جو کہ آئمہ فقہ و حدیث میں سے ہیں وہ مرسل کے ساتھ احتجاج کرتے اور اس کو قبول کرتے ہیں۔

ابن عبد اللہ ہادی نے اپنی بات پر کوئی دلیل پیش نہیں کی کیونکہ قواعد حدیث اس کی موافقت ہی نہیں کرتے۔ اور البانی کا وہ قول سوائے تعصب کے کچھ نہیں جو اس نے شیخ محمد سعید رمضان البوطی کے رد میں کیا ہے (ص ۱۰۹) کہ یہ حدیث باطل ہے جیسا کہ ابن عبد اللہ ہادی نے کہا ہے۔

ایسی تقلید مذموم ہو اگر قی ہے، اس پر اعتراض کیوں نہیں کیا جاتا

یا تقلید کرنے والے پر فتویٰ کیوں نہیں عائد ہوتا۔ اور تتبع کرنے والا پائے گا کہ ایسی حدیث پر محدثین سے زیادہ حکم نہیں لگاتے کہ یہ مرسل ضعیف

اسناد ہے اور اس کی مثل روایت دوسری روایت کی متابعت سے پا جاتی ہے۔ (نَسْأَلُ اللّٰهَ تَعَالٰی السَّلَامَةَ وَالْعَوْنَ)

## پانچویں حدیث

مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي      جن نے میرے دصال کے بعد میری  
فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي      زیارت کی گویا کہ اس نے میری  
وَمَنْ مَاتَ بِأَحَدِ الْعَرَبَيْنِ      ظاہر و خلیفہ میں میری زیارت کی اور  
بُعِثَ مِنَ الْأَوَّلِينَ يَوْمَ      جو جریمین شریفین میں سے کسی جرم میں  
الْقِيَامَةِ      فوت ہوا قیامت کے دن اسکو اُٹھیں  
میں سے اٹھایا جائیگا۔

امام دارقطنی نے (سنن : ۲/۲۷۸) میں اس سند سے یہ حدیث بیان کی۔

حدثنا ابو عبيد والقاسم ابو عبد الله وابن مغلدة قالوا  
أنا محمد بن الوليد البسوي، ناو كيع، نا خالد بن أبي  
خالد و ابو عون عن الشعبي و الاسود بن ميسون  
عن هارون أبي قزعة عن من آل حاطب عن حاطب  
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم - (الحديث)

اس کو اس سند سے پہنچنے (شعب الایمان ۳/۴۸۸)  
 اور غامطی اور الساجی نے روایت کیا جیسا کہ میزان میں ہے !  
 اور امام ابن عبد البر نے اسناد کار میں معلق کے طور پر بیان کیا ہے۔  
 امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بیان کرتے ہوئے کہا !

میمون بن سوار العیدی عن ہارون ابی قزعة  
 دجل من ولد حاطب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم (من مات فی احد الحرمین)

## اللہ کی مد سے عرض کرتا ہوں

خالد بن ابی خالد وہ خالد بن طہمان ہے وہ امام شعبی کے طبقہ سے روایت  
 کرتا ہے اور وہ بھی ان کی طرح کوئی ہے ! اور اس سے وکیع روایت کرتا ہے  
 اور وہ خالد بن ابی خالد نہیں جیسا کہ ابن عبد ہادی نے (الصارم المنکی ص ۱۵۱)  
 میں دعویٰ کیا ہے !

خالد بن طہمان صدق ہے اور مختلط ہو گیا تھا لیکن اس کا تابع ابن  
 عون ہے اور اس کو ابو عون بھی کیا جاتا ہے۔ ان ہاں وہ عبد اللہ بن عون  
 البھری ہے اور اس کی کنیت ابو عون ہے اور وہ ثقہ ! اور ثبوت ہے۔ پس  
 یہ سند عامر بن شراہیل الشعبی تک صحیح ہے بلکہ ہارون بن ابی قزعة تک  
 صحیح ہے کیونکہ شعبی ایسے حافظ ثقہ ہے جن کے بارے میں سوال نہیں کیا جاتا  
 ابن عبد ہادی نے بہت ہی عجیب و غریب بات کی بلکہ بہت تشدد سے

کام لیتے ہوئے کہا !

اور جو اس سند میں وکیع عن خالد بن ابی خالد اور ابو عون عن الشعبي یا شعبی کے واسطے کے بغیر سند میں زیادہ تو یہ مفکر اور غیر محفوظ ہے پس اس سند میں شعبی کا ادخال صحیح نہیں ہے۔ پھر کہا .... اور حاصل کلام یہ کہ اس سند میں اس اندھی زیارت کا ذکر اس کی صحت میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ اس کے منفع اور اضطراب میں اضافہ کرے گا (الصارم المنکی ۱۵۱) میں کہتا ہوں کہ یہ اضافہ ثقات سے مسلسل طور پر ثابت ہے جیسا کہ گزرا اس کو وکیع بن الجرح اور خالد بن طہمان نے ذکر کیا ہے اور اس کا متابع عبداللہ بن عون البصری ہے پھر عامر الشعبي ثقات میں سے ہے پس ان کے حال کی طرف نظر نہیں کرنی چاہیے سوسے ابن طہمان کے اور وہ صدوق ہے اور اس کا متابع بھی ہے (نسأل اللہ تعالیٰ الانصاف فی الرضا والغضب)

جب یہ بات واضح ہو گئی تو اب اس سند کا انحصار ہارون بن ابی قزعه اور اس کے مبہم شیخ پر ہے ! رہا ہارون بن ابی قزعه تو اس کے بارے کہا گیا ہے ہارون ابو قزعه یا ابن قزعه اور یہ نقصان دہ نہیں ہے۔ حافظ نے (المنکلت علی ابن الصلاح ۲/۴۳۳) میں کیا۔

اور راویوں میں کسی راوی کے نام میں اختلاف اس میں موثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر وہ ثقہ ہے تو یہ اختلاف اس کو نقصان نہیں دیگا۔ اور اگر وہ غیر ثقہ ہے تو اس کی حدیث اس کے ضعیف کی وجہ سے ضعیف ہوگی نہ کہ اس سبب سے کہ اس کے نام میں ثقات کا اختلاف ہے ! (فتا مل ذلک) پس یہاں راوی ہارون بن ابی قزعه کو یعقوب بن شیبہ نے ضعیف کہا اور عقیل صاحبی

لہ نام سبکی نے (شفاء السقام ص ۳۳) میں امام شعبی کے واسطے کو ہی ترجیح دی ہے اور یہی صحیح ہے



اور ابن الجارود نے اس کو منعفاء میں ذکر کیا ہے۔ لیکن ابن حبان نے اسکو (الضعفاء) میں ذکر کیا۔

اور اس سے عامر الشعمی نے روایت کی پس ہارون بن ابی قززعہ اس کے نزدیک ثقہ ہے!

یحییٰ بن معین نے شعبی کے بارے کہا۔ جب وہ کسی سے نام لے کر روایت کریں تو وہ ثقہ ہوگا اور اس سے احتجاج کیا جائے گا۔

(التہذیب : ۵/۶۷)

پس امام شعبی کا ہارون سے حدیث کرنا اس کی توثیق پر دل ہے جیسا کہ ابن معین نے کہا کیونکہ امام محمد نے اس کا نام لیا ہے۔ لیکن یہ توثیق مراحت کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ یہ درجہ صحتی اور اجمالی توثیق ہوگی۔ پس ابن حبان کی توثیق اور شعبی کی حدیث ہارون ابن ابی قززعہ کی ثقاہت

کے لیے کافی ہے پس وہ شخص ان روایوں میں سے ہے کہ جن کی حدیث کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کی حدیث شواہد کے لیے پیش کی جاسکتی ہے!

پس اب اس سند میں ایک ہی علت باقی رہ جاتی ہے کہ ہارون بن ابی قززعہ کا شیخ مبہم ہے پس حدیث میں منفعتنا شدہ یہ نہیں ہے بلکہ معمولی منفعہ ہے اور فقہا کرام اس کی مثل احادیث سے کسی بھی معاملہ کی مشروعیت کے اثبات پر احتجاج کرتے ہیں اور اس کے علاوہ کتب فقہ ہمارے اس قول کی تصدیق کرتی ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ حالانکہ زیارت کی احادیث کے بعض طرق شرط حسن پر ہیں۔ اب اس کے بعد ان (منکرین) کا قول کہ عادیہ زیارت ضعیف بلکہ موقوف ہے۔ کو دیکھو تو اسے دیوار پر دے مارو کیونکہ یہ اصول حدیث کے مخالفت قول ہے!

## تین ائمہ حدیث کا صحت حدیث پر اتفاق

حافظ ذہبی نے فرمایا۔

احادیث زیارۃ میں سے سب سے زیادہ سند کے لحاظ سے پختہ حدیث

حدیث عاظمہ ہے۔

اور امام سخاوی نے (المقاصد الحسنۃ ص ۱۴۱) میں اور امام سیوطی نے (الدر

المنشرہ : ۱۳۷) میں اس کو قائم و مقرر رکھا۔ پس یہ تین حفاظہ حدیث مخالف کے غلط قول کے خلاف متفق ہیں۔

## ابن تیمیہ کا رد

یہ تعبیر باقی رہ گئی ہے کہ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو سراپا جھوٹ ہونے

دموضوع کا حکم لگایا ہے!

اس نے اپنی کتاب (التوسل والوسیلۃ، ص ۷۳) میں کہا۔

یہ واضح جھوٹ ہے اور مسلمانوں کے دین کے خلاف ہے۔ پس

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایمان کی حالت میں زیارت

کی پس وہ آپ کے صحابہ ہیں بالخصوص اگر وہ مہاجرین میں سے ہیں اور

پھر آپ کے ساتھ کافروں سے جہاد بھی کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

میرے صحابہ کو بُرائے کہو مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں

میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی اعدہ پاؤں کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ

میرے صحابی کی ایک منہ جو خرچ کرنے کے برابر نہیں پہنچ سکتا (اس کو

بخاری و مسلم میں روایت کیا گیا ہے)

معاہدہ کے بعد کوئی ایک شخص بھی ان کے مثل نہیں ہو سکتا ماسوا اعمال میں جیسا کہ حج، جہاد، پانچوں نمازیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و شریف پڑھنے میں تو ایسے عمل کے ذریعے ان کے برابر کیسے پہنچ سکتا ہے جو بالافاق واجب نہیں ہے۔

اولیابی نے اس کی تقلید کرتے ہوئے اس حدیث پر بطلان کا حکم لگایا ہے حالانکہ دونوں غلطی پر ہیں اس اشکال کا جواب آسان ہے۔

۱۔ یہ صرف ایک تشبیہ ہے اور تشبیہ میں دونوں طرف مساوات ضروری نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات ایک دوسرے سے افضل ہوتا ہے پس یہ قاضی کا افضل کے ساتھ الحاق کے باب سے ہے جیسے کہ کہا جائے الرملی کا (شافعی، رملی، شافعی کی طرح ہے) ابو یوسف ابو حنیفہ کی طرح اور زید چاند کی طرح اور مدرسہ جامع ازہر کی طرح ہے۔

۲۔ دونوں طرف تشبیہ کا جمع ہونے کا سبب حیات ہے۔ پس جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی زیارت کی وہ اسی طرح ہے جس طرح آپ کی حیات میں زیارۃ کی یہ باعتبار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریفہ کے اندر ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر منورہ میں زندہ ہیں۔

اور حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر پر تو متواتر احادیث مروی ہیں۔ اور ان کو کچھ محدثین نے علیحدہ اکٹھا کر دیا ہے۔ ان میں سے امام بیہقی اور امام سیوطی ہیں اور حافظ احمد بن الصدیق الغاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا خلاصہ کیا ہے۔

جسے (الردالمحکم المتین علی کتاب القول المبین) کے خاتمہ میں نقل کر دیا گیا

ہے جو کہ ہمارے شیخ علامہ محقق سیدی عبداللہ العبدین رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف ہے۔

ابن تیمیہ نے جو اتفاق نقل کیا ہے یہ محل نظر ہے۔ کیونکہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت علمائے اسلام کی اکثریت کے نزدیک واجب ہے اور یہ قول ظاہریہ (غیر مقلدین) کا ہے اور اسی پر مالکیہ کی کثرت ہے اور احناف کا بھی یہی قول ہے۔

## چھٹی حدیث

(مَنْ ذَكَرَ قَبْرِي أَوْ قَالَ	جس نے میری قبر کی زیارت کی
مَنْ ذَكَرَنِي كُنْتُ لَهُ	یا فرمایا جس نے میری زیارت
شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا أَوْ مَنْ	کی میں اس کا شفیع یا گواہ ہو گا یا
مَاتَ فِي أَحَدِ الْحَرَمَيْنِ	جو دونوں حرمین میں سے کسی ایک
بَعَثَهُ اللَّهُ مِنَ الْأَمِينِينَ	حرم میں فوت ہوا اللہ تعالیٰ اس کو
يَوْمَ الْقِيَامَةِ)	قیامت کے دن امن والوں میں سے

اٹھائے گا۔

اس کو ابو داؤد طحاوی سے (مشعۃ المعبود: ۲۲۸/۱) میں  
بیہقی نے (السنن الکبریٰ، ۵: ۲۴۵)

(شعب الایمان ۳۱/۴۸۸) میں اس سند سے روایت کیا

حدثنا سوار بن میمون ابو الجراح العبیدی، قال: حدثني  
رجل من آل عمر عن عمر قال: سمعت رسول الله صلى الله

عليه وسلم قال ---

اور امام بیہقی نے (شعب الایمان: ۳/۳۸۹) میں اس سلسلہ سے بیان فرمایا۔

شعبہ ابن المعجاج عن سوار بن میمون، ناہارون بن قزعة عن رجل من آل الخطاب عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال : عقیل نے کہا۔

یہ روایت کمزور ہے۔ (۱۵۰/۴)

حدیث شعبہ اور ابو داؤد طیاسی میں اختلاف ہے اور ان کا اختلاف دو باتوں کی طرف لوٹتا ہے۔

۱۔ شعبہ نے فرمایا عن سوار بن میمون عن ہارون بن قزعة مگر ابو داؤد نے ہارون بن قزعة کا ذکر نہیں کیا۔

۲۔ اختلاف اسے مرفوع بیان کرنے والے میں ہے

اور یہ اختلاف شعبہ اور ابو داؤد طحاوی کی وجہ سے نہیں کیونکہ یہ دونوں ثقات اور حفاظ حدیث میں سے ہیں خصوصاً امام شعبہ پس ان میں سے ایک کا ہم شمار کرنا جیسا کہ ابن عبد اللہادی نے بیان کیا ہے محل نظر ہے۔

پس ابن عبد اللہادی نے دو جہتوں سے ابو داؤد کا ہم شمار کیا

۱۔ ہارون بن قزعة کا اسقاط

۲۔ عمر کا ذکر کرنا

جیسا کہ ابن عبد اللہادی نے (العیارم المتکلی: ۱۳۲) میں کہا

یہ ابن عبد اللہادی سے بہت ہی عجیب ہے۔ کیونکہ ابو داؤد طحاوی سی حافظ

اور ثقہ امام مصنف ہے وہ وہی حدیث بیان کرتا ہے جس کو وہ محفوظ رکھتا ہے (لہذا یہ وہم اس کی طرف سے نہیں ہو سکتا اور صیح یہ ہے کہ یہ وہم سوار بن میمون کی طرف سے ہے کیونکہ اس کا تذکرہ کتب رجال میں نہیں ملتا پس یہ مناسب نہیں کہ سوار بن میمون کو چھوڑ کر وہم کی نسبت کی طرف کی جائے۔ یہ سوار بن میمون ہے یا میمون بن سوار جیسا کہ بعض غیر معروف روایات میں وارد ہوا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے یہ حدیث ضعیف الاسناد ہے۔

## ساتویں حدیث

من حج فزار قبری بعد  
موتی کان کمن ترائی  
فی حیاتی  
جس نے حج کیا اور میرے دمال  
کے بعد میری قبر کی زیارت کی  
وہ ویسے ہی ہے گویا کہ اس نے  
میری ظاہرہ حیات میں میری  
زیارت کی۔

اس کو طبرانی نے (المعجم الکبیر: ۱۲/۶۰۶)

امام دارقطنی نے (السنن: ۲/۲۷۸)

بیہقی نے (السنن الکبریٰ: ۵/۲۴۶)

ابن عدی (الکامل: ۲/۷۹۰)

الاصبہانی (الترغیب والترہیب: ۱/۴۴۷)

الغاکھی (اخبار مکہ : ۱/ ۳۷۷) ملے۔

ذہبی نے اس کو امام بخاری کی طرف منسوب کیا کہ امام بخاری نے اس کو  
صحفاء میں تعلیقاً بیان کیا۔ لیکن امام بخاری کی مطبوعہ کتاب میں میں سے نہیں  
پایا۔ (المیزان : ۱/ ۵۵۹)

اور یہ (المطالب العالیہ : ۱/ ۳۷۲) میں ہے اور اس کو امام ابو یعلیٰ  
کی طرف منسوب کیا گیا۔ ان تمام نے اس سند سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

حفص بن سلیمان الاسدی القاری عن لیث بن  
ابی سلیم عن مجاہد بن جابر عن ابن عمر مرفوعاً  
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

اس سند میں دو راوی ضعیف ہیں پہلا دوسرے سے زیادہ ضعیف  
ہے۔

پہلا۔ حفص بن سلیمان الکوفی القاری۔

اس کو محدثین کی ایک جماعت نے ضعیف کہا۔ بعض نے کہا متروک  
ہے۔ اور بعض نے اس کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کذب  
کی طرف منسوب کیا ہے اور اس مبالغہ کا امام تقی الدین سبکی نے جواب

۱۷ اکتال : اس حدیث کو امام ابوسعید المفضل بن محمد بن ابراہیم البغدی سنہ ۵۸۰  
(فضائل المدینہ ۳۹) میں مذکورہ سند کے ساتھ بیان فرمایا ہے (مترجم غفرلہ)

دیا ہے اور میرے نزدیک یہ اسراف اور زیادتی ہے! کیونکہ یہ آدمی قرآن کا امام ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث کے وضع کرنے اور جھوٹ بولنے پر اقدام کرے۔ حالانکہ لوگ اس سے قرأت حاصل کرنے میں متفق ہیں! زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ محدثین میں سے نہیں ہے! اس لیے اس کی روایات میں منکرات اور کثرت سے غلط چیزیں واقع ہو گئی ہیں۔ (شفاء السقام: ص ۲۵)

ان کے شاگرد ذہبی نے اس کے شیخ، عاصم بن ابی نبود القاری کے ترجمہ میں کہا۔

ہر دور میں ہوتا ہے کوئی شخص ہو سکتا ہے کہ وہ ہر فن کا امام ہو اور کئی فنون میں کمزور ہو جیسا کہ اس کا شاگرد حفص بن سلیمان کہ قرأت میں ثابت ہے لیکن حدیث میں کمزور ہے۔ یا جیسے امام اعمش کہ حدیث میں ثابت وثقہ ہے اور حروف میں کمزور ہے۔

(سیر اعلام النبلاء: ۵/۲۶۰)

سبکی اور ذہبی کے کلام سے وہ مشکل حل گئی جو کہ بعض کی طرف سے حفص بن سلیمان کے حال میں واقع ہوئی تھی۔

اور دوسرا دوی۔ لیث بن ابی سلیم ہے وہ فی نفسہ صدوق ہے لیکن مختلط ہے اور حدیث میں تمیز نہیں کر سکتا۔ پس اس کی مثل اگرچہ ضعیف ہو مگر متابعات و شواہد میں پیش کرنے کے قابل ہوتا ہے!

پس لیث بن ابی سلیم سے اس میں حفص بن سلیمان منقرض بھی نہیں بلکہ اس کے دو متابع موجود ہیں۔

۱۔ جس کو امام طبرانی نے (المعجم الکبیر: ۱۲/۴۰۶) اور (المعجم الاوسط: ۱/۱۰۱)



میں بیان کرتے ہوئے کہا۔

حدثنا احمد بن رشد بن، قال : حدثنا علي بن الحسن بن هارون الانصاري، قال : حدثني الليث بن ابنة الليث بن ابي سليم قال : حدثني عائشة ابنة يونس امرأة الليث عن ليث بن ابي سليم عن مجاهد عن ابن عمر بن مرفوعاً  
ایسے ہی۔ الکبیر : میں واقع ہے۔

اور المعجم الاوسط الطبرانی کے مطبوعہ نسخہ میں لیث بن ابي سليم کو ذکر نہیں کیا گیا۔

اور صحیح وہی ہے جو کہ الکبیر میں واقع ہے۔ اور امام طبرانی نے اوسط میں علی بن الحسن بن ہارون الانصاری کے اس میں تفرّد کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

امام بیہقی نے (مجمع الزوائد : ۲۱۴) میں فرمایا کہ اس میں عائشہ بنت سعد ہے میں نے اس کا ترجمہ نہیں پایا۔

میں کہتا ہوں : بات ایسے ہی ہے اور اس کی مثل علی بن الحسن بن ہارون الانصاری واللیث بن ابنة الليث بن ابي سليم کا ترجمہ بھی نہیں پایا جاتا۔

اور طبرانی کا شیخ احمد بن رشد بن اس میں کلام مشہور ہے پس یہ سخت ضعیف ہے۔

۲۔ اس کو ابو بکر محمد بن السری بن عثمان التمار نے اپنے جڑ میں روایت کرتے ہوئے فرمایا۔

حدثنا شعيب مولى العبدین، ثنا ابي وثناجع بن سليمان

الضبعی عن لیث عن ابن عمر مرفوعاً بیان کرتے ہیں جیسا کہ  
شفاء السقام (ص ۲۷)

ابوبکر محمد بن السری بن عثمان التمار کے سبب سے یہ سند ضعیف ہے  
اس کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں۔

یہ مناکیر اور بلا یا روایت کرتا ہے۔ لیس لیشی ہے۔ اور امام حافظ بن  
حجر نے ذہبی کے اس کلام کو قائم رکھا (اللسان : ۱۷/۵)

اور اس میں ایک اور راوی ضعیف ہے اور وہ نصر بن شعیب ہے۔  
ذہبی نے اس کے بارے (میزان ۲۱/۲۵۱) میں فرمایا۔

نصر بن شعیب اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور وہ جعفر بن سلیمان  
سے ضعیف ہے۔

ابن عساکر نے فرمایا۔

یہ وہم ہے کیونکہ وہ جعفر بن سلیمان ابو عمر الاسدی القاضی القادی ہے  
(شفاء السقام : ۲۷) بہر حال یہ حدیث ضعیف ہے !

## آنکھوں کی حدیث

مَنْ حَجَّ حَجَّةَ الْإِسْلَامِ	جس شخص نے حج فرض ادا کیا
وَذَارَ قَبْرِي وَعَزَا عِزَّةَ	اور میری قبر کی زیارت کی اور عزت
وَصَلَّى فِي بَيْتِ الْمُقَدَّسِ لَمْ	جہاد کیا اور بیت المقدس میں
يَسْأَلْهُ اللَّهُ عَمَّا أَفْتَرَمَنِي	نہا پڑھی اللہ تعالیٰ اس سے
عَلَيْهِ	دوسرے فراموشی کے بارے میں

سوال نہ کرے گا۔

اسے امام ابو الفتح الازدی نے فوائد میں اس سند سے ذکر کیا۔

ثنا النعمان بن ہارون بن ابی الدلہات، ثنا ابو سہل بدر بن عبد اللہ المصیصی، ثنا الحسن بن عثمان الزیادی، ثنا عماد بن محمد حدثنی خالی سفیان عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ ابن مسعود مر فو عابہ۔

ایسے ہی شفاء المقام ۳۴ میں ہے لیکن اس میں ابن عمر ہے حالانکہ صحیح ابن مسعود ہے جیسا کہ ۱۔ (اللسان: ۴/۲) اور (القول البدیع: ۱۳۵) د (تنزیہ الشریعة: ۱۵/۲) میں ہے۔

ابو الفتح صاحب الجزء مشہور حافظ حدیث ہے کچھ لوگوں نے اس کی تضعیف کی ہے۔ اور بعض نے اس کی روایت کے سبب مبالغہ سے کام لیتے ہوئے اس کو متم کیا ہے خطیب بغدادی نے۔ (تاریخ: ۲/۲۴۲) میں کہا۔

میں نے محمد بن جعفر ابن علان سے ازدی کے ہارے میں پوچھا تو انہوں نے ان کے حفظ کا ذکر کیا انہیں معرفت حدیث میں ماہر قرار دیا اور خوب تعریف کی۔

مجھ سے بیان کیا عبد الغفار بن عبد الواحد الرموی نے اس نے کہا کہ میں نے اہل موصل کو دیکھا وہ ابو الفتح الازدی کی بہت زیادہ کمزور گزرتے اور اسے کچھ بھی شمار نہ کرتے۔

ادھ کہا۔ مجھ سے بیان کیا محمد بن صدقہ الموصلی نے کہ ابو الفتح بغداد کے امیر (یعنی ابن نوید) کے پاس گیا اور اس کے لیے یہ حدیث گھڑی۔

ان جبرائیل کان یُنزل حضرت جبرائیل، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیری صورت میں  
فی صورتہ نازل ہوتے تھے۔

تو اس نے اس کی عزت کی اور اس کو کثیر درجہ عطا کئے۔ ابن کثیر نے (البدایۃ ۱۱: ۳۰۳) میں کہا۔ بہت سارے حفاظ حدیث نے اسے ضعیف کہا۔

انکے اپنے زمانے کے بہت سارے حفاظ حدیث نے اس کو ضعیف کہا اور بعض نے اس کو وضع حدیث کے ساتھ متہم کیا ہے۔ اس نے ابن ابویہ کے لیے حدیث گھڑی اور اسے باسند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا یا کہ جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس امیر کی شکل میں نازل ہوتے تھے اس امیر نے اس کو پسند کیا اور اس کو بہت ساری رقم دی (انتہی) اور اس سند میں ابوسہل بد بن عبد اللہ المصعبی ہے اس کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا۔

اس نے حسن بن عثمان الزیادی سے باطل خبر روایت کی اور اس سے النعمان بن ہارون نے (المیزان ۱/ ۳۰۰) کہا۔

حافظ ابن حجر نے اس کے ترجمہ میں (اللسان: ۴/۲) میں کہا۔

اس مذکورہ حدیث کو حافظ ابو الفتح الازدی نے اپنے فوائد کے خطوط باب میں ذکر کیا۔ (بھی حافظ نے اس کی پوری سند ذکر کی)

اس روایت کو علامہ سیوطی نے: (ذیل الآلی) میں وارد کیا اور انہی کا اتباع کرتے ہوئے ابن عساق نے (التزئیع الشریعہ ۲/ ۱۰۵) میں ذکر کیا۔

حافظ سخاوی نے (القول البدیع ۱۳۵۱) میں کہا اس کے غرور میں نظر ہے۔

تو صحیح یہ ہے کہ اس حدیث کو الازدی - پر محمول کیا جائے نہ کہ المصیصی پر  
 امام سبکی نے المصیصی کے بارے میں (شفاد السقام : ۳۲ - ۳۵) میں کہا  
 میں اس کے حال کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا -  
 تو کیا یہ سند مصیصی تک صحیح ہے کہ اس پر تہمت لگائی جائے -  
 حاصل کلام یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور بعض نے اس پر وضع کا حکم  
 لگایا ہے اور اس کے متن میں زکارت ہے !

## نویں حدیث

مَنْ حَجَّ الْبَيْتَ وَلَكَرِيْذُنِيْ      جس نے بیت اللہ کا حج کیا مگر میری  
 فَقَدْ جَفَانِيْ :      زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ  
 بے وفائی کی -

اس کی تخریج ان محدثین نے کی ہے  
 ابن عدی نے (الکامل ۱/۷۷۷/۲۴۷)  
 ابن حبان (المجروحین : ۷۳/۳)  
 دارقطنی (عزائب مالک جیسا کہ شفاء السقام : ۲۸) میں ہے -  
 اور سہمی نے (تاریخ جبرحان : ۲۱۷) میں کہا اور تمام نے اس کی یہ سند  
 بیان کی -

محمد بن محمد بن النعمان بن شبل قال : حدثني جدي قال : حدثنا مالك  
 عن نافع عن ابن عمر به مرفوعا .....

ابن جوزی نے : (الموضوعات ۲۰/۲۱۷) میں اس پر موضوع ہونے  
 کا حکم لگایا -

اور حفاظ کی ایک جماعت نے ابن جوزی کے ساتھ موافقت کی اور اس کے حکم کو برقرار رکھا۔ پس محمد بن محمد بن النعمان بن شبل پر دارقطنی نے طعن کیا اور اس کو متہم کیا۔ (المیزان: ۲۶/۴)

اور اس کے دادا۔ نعمان بن شبل کو موسیٰ بن ہارون نے کہا: وہ متہم تھا (الکامل: ۲۴۸۰/۴)

اور ابن حبان نے (المجروحین ۲/۳) میں کہا۔

یہ ثقافت سے مصیبتیں اور اثبات سے مغلوب روایتیں بیان کرتا ہے!

اور اگر کہا جائے کہ ابن عدی نے (الکامل: ۲۴۸۰/۴) میں کہا۔

شام صالح بن احمد بن ابی مقاتل، شاعران بن موسیٰ الدجانی ثنا النعمان بن شبل اور وہ ثقہ تھا۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ توشیح یا تو صالح بن احمد یا عمران بن موسیٰ الدجانی کی ہے اور اگر ان دونوں سے پہلے کی توشیح سمجھی جائے تو وہ اس کا اہل نہیں ہے اور اگر ان دونوں میں سے دوسرا مراد لیا جائے تو اس سے روایت صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ صالح بن احمد بن ابی مقاتل یہ قیراطی البزار کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں شدید ضعف ہے حتیٰ کہ دارقطنی نے کہا یہ متروک۔ کذاب اور دجال ہے! اور ابن عدی نے کہا کہ یہ حدیث کا چور ہے ہر حال اس حدیث کا مدار بجائے اس کے دادا نعمان بن شبل

کے محمد بن محمد بن النعمان پر کرنا بہتر ہے دارقطنی نے اس کی صراحت کی ہے اور اس سے ابن جوزی نے (الموضوعات: ۲۱۷/۲) میں نقل کرتے ہوئے کہا ہے۔

اس حدیث میں طعن محمد بن محمد بن النعمان کی وجہ سے ہے۔ اور

نعمان سے ابن عدی راہنی ہے (الکامل : ۷/۲۴۸۰) اس روایت کی سند بہت ساقط ہے شاید محمد بن النعمان نے یہ حدیث اپنے دادا سے چرائی اور اس کی اچھی نفیس سی سند بنائی۔ عن مالک عن قافع عن ابن عمر پس اس سند کے ساتھ اس کا اخراج کیا۔ ابوالحسن یحییٰ بن الحسن بن جعفر نے: اخبار المدینہ میں جیسا کہ (شفاء السقام : ۳۹) میں نعمان بن شبل ثنا محمد بن الفضل عن جابر عن محمد بن علی عن علی رضی اللہ عنہ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من نزار قبری بعد	جس نے میرے وصال کے
موتی فنکاتما زارنی	بعد میری قبر کی زیارت کی گویا
فی حیاتی ومن لم	کہ اس نے میری ظاہر و حقایق
یزدنی فقد جفانی	میں زیارت کی اور جس نے میری
	زیارت نہ کی اس نے مجھ پر
	زیادتی کی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تائیف ہے اور نعمان بن شبل پر کلام گزر چکا ہے اور محمد بن الفضل بن عطیہ العبسی الکوفی بہت سارے نقاد حدیث نے اس پر کذب کی تہمت لگائی اور جابر بن یزید الجعفی تو اس کا ضعیف معروف ہے۔

## دسویں حدیث

من نزار قبری حلت له جس نے میرے روضہ اقدس

شفاعتی - کی زیارت کی اس کے لیے میری  
شفاعت حلال ہو گئی۔

اس کو بزار نے اپنی (مسند (کشف الاستار: ۵۷/۲) میں اس سند کے  
ساحقہ بیان کیا۔

حدثنا قتیبۃ، ثنا عبد اللہ بن ابراہیم ثنا عبد الرحمن  
بن زید عن ایبہ عن ابن عمر عن النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم۔

بزار نے کہا۔ عبد اللہ بن ابراہیم کا اس حدیث پر متابع کوئی  
نہیں لیکن اس کے متفرد ہونے کے باوجود اس کی روایت لکھی جائے  
گی۔ اور امام بیہقی نے (معجم الزوائد ۲/۴) میں کہا !  
اس کو بزار نے روایت کیا اور اس میں عبد اللہ بن ابراہیم  
الغفاری ہے جو ضعیف ہے !

میں کہتا ہوں کہ عبد اللہ بن ابراہیم الغفاری سخت ضعیف ہے  
اس کے بارے میں حافظ نے (التقریب: ۲۹۵) میں بیان کیا۔  
متروک ہے اور ابن حبان نے اس کو وضع کی طرف منسوب کیا ہے  
اور اس کا شیخ عبد الرحمن بن زید بن اسلم بھی ضعیف ہے  
ابن عدی اس کے بارے میں اچھی رائے رکھتا ہے جیسے  
گزرا حاصل کلام یہ کہ۔ یہ حدیث اس سند کے ساتھ سخت ضعیف ہے۔



## گیا رہیں حدیث

مَنْ ذَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي      جس نے میرے وصال کے بعد  
فَكَأَنَّمَا ذَارَنِي وَآلَنَا      میری قبر کی زیارت کی گویا کہ  
حَيًّا      اس نے میری زیارت کی کہ میں  
ظاہر و حیات کے ساتھ زندہ ہوں

امام تقی الدین سبکی نے فرمایا کہ اس کو ابو الفتوح سعید بن محمد بن اسماعیل الیعقوبی نے اپنے ایسے جڑ میں اس کو نقل کیا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض شمائل اور آثار اور فضائل زیارت اور زائر کے فضائل بیان کیے۔ شفاء السقام (۳۴-۳۵)  
یعقوبی نے اس کو اس سند سے بیان فرمایا۔

خالد بن یزید ثنا عبد اللہ بن عمرو العمری قال  
سمعت سعید المقبری يقول: سمعت أبا هريرة  
رضی اللہ عنہ يقول: ۛ مرفوعاً۔

اس سند میں خالد بن یزید ابو الہشیم العمری الکی ہے ابو حاتم  
اور یحییٰ بن معین نے اس کو کذاب کہا اور عقیلی وابن عدی اور ابن  
حبان وغیرہم نے اس کو سخت ضعیف کہا۔

## بارہویں حدیث

مَنْ زَارَنِي مِثْلًا فَكَأَنَّمَا  
 زَارَنِي حَيًّا، وَمَنْ زَارَ  
 قَبْرِي، وَجِئْتُ لَهُ  
 شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
 وَمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أُمَّتِي  
 لَهُ سِعَةٌ ثُمَّ لَمْ  
 يُذِرْنِي فَلَيْسَ لَهُ عِذَّةٌ  
 جس میرے بعد زوال میری زیارت  
 کی گویا کہ اس نے میری ظاہر و زندگی  
 میں میری زیارت کی اور جس نے  
 میری قبر کی زیارت کی اس کیلئے  
 قیامت کے دن میری شفاعت  
 واجب ہوگی۔ اور جو امتی استغاث  
 ہونے کے باوجود میری زیارت نہ  
 کرے اس کیلئے کوئی عذر نہیں۔

اس کو ابن ابی شیبہ نے (الدرة الثمينة في فضائل المهدية: ۱۲۴) میں اس  
 سند کے ساتھ روایت کیا۔

محمد بن مقاتل عن جعفر بن مارون عن سمعان بن المهدی عن انس  
 مرفوعاً بہ۔

حافظ ذہبی نے (میزان الاعتدال: ۲/۲۳۴) کیا یہ سمعان سے  
 مروی ہے! یہ ایک مکذوبہ نسخہ میں ہے میں نے اس کو دیکھا اللہ  
 اس کے وضع کرنے والے کو برباد کرے۔

حافظ ابن حجر نے (اللسان: ۱۱۴/۳) میں سمعان مذکور کے ترجمہ  
 میں کہا۔

یہ محمد بن مقاتل الرازی اور وہ جعفر بن مارون الواسطی اور وہ سمعان  
 سے روایت کرتا ہے اور اس نسخہ کا ذکر کیا اور اس نسخہ کا متن تین سو

امادیت پر مشتمل ہے جو موضوع ہیں۔ اس سند میں محمد بن مقاتل الرازی ہے اس کے بارے میں امام ذہبی (میزان الاعتدال: ۴/۴۷) میں فرماتے ہیں۔ اس میں کلام ہے مگر متروک نہیں۔

اور جعفر بن ہارون الواسطی کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں یہ موضوع خیر لاتا ہے۔

اور سنان بن محمد عن انس کا نسخہ مشہور موضوع نسخوں میں سے ہے

## تیسری حدیث

دَجِرًا لِلّٰهِ مَنْ زَارَنِيْ  
وَزِعَامُهُ نَاقَتُهُ بَيِّدَةٌ  
اور اللہ اس پر رحم فرمائے جو میری  
زیارت کوئے اور اپنی ناقہ کی جہار  
اپنے ہاتھ میں پکڑے

یہ حدیث عوام نے وضع کی ہے اس کی کوئی سند نہیں اور حافظ ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ان کے شاگرد حافظ سخاوی نے "المقاصد الحسنہ" میں اس فیصلہ کو برقرار رکھا ہے!

## چودھویں حدیث

مَنْ زَارَنِيْ وَ زَارَ اِلَيَّ اِبْرَاهِيْمَ  
فِيْ عَامٍ وَ اَحَدٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ  
جس نے میری اور میرے باپ  
حضرت ابراہیم کی ایک ہی سال  
میں زیارت کی توہ جنت میں داخل  
ہوگا۔

یہ حدیث موضوع ہے اس کی کوئی سند نہیں۔ اس کی صراحت

امام نووی نے (المجموع : ۸ / ۲۰۹) اور ابن تیمیہ نے (اقتضاء الصراط المستقیم ۲۰۲) میں کی ہے۔  
اس کا رطلان زرکشی سیوطی اور ابن عراق و دیگر محدثین نے کیا ہے۔

## پندریں حدیث

مَنْ صَلَّى عَلَى عِنْدَ قَبْرِي      جس نے فجر پر میری قبر کے قریب  
سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَى      درود پڑھا میں اسے خود سنتا ہوں  
فَأُثْبِتُ بِلُغْتِهِ      اور جس نے دو سے پڑھا مجھے  
سہتایا یا جاتا ہے !

اس کو ابوالشیخ      الاصبہانی نے کتاب الثواب میں روایت کیا جیسا کہ (الذہبی  
المفردۃ ۱ / ۲۸۳) میں ہے۔

حدثنا عبد الرحمن بن أحمد الأعرج، حدثنا  
الحسن بن الصباح حدثنا أبو معاوية عن الأعمش  
عن أبي الصالح عن أبي هذيفة به مرفوعاً۔

حافظ سخاوی نے (القول البدیع : ۱۵۴) میں کہا۔

اس کی سند جید ہے جیسا کہ ہمارے شیخ ابن حجر نے افادہ فرمایا  
انتہی۔ اور حافظ یہ حکم لگانے میں حق پر ہیں۔

اس حدیث کی سند کے رجال سوائے ابوالشیخ کے استاذ کے۔ اور  
دہ عبدالرحمن بن احمد بن ابی یحییٰ الذہری ابوصالح الأعمش المتوفی ۳۳۸ھ

ہے اور اس کا تذکرہ ابوالشیخ اصہبانی نے (طبقات المحدثین باب صہبان ۲/۱۱۳) میں کیا اور اس پر حیرج اور تعدیل کا کوئی کلمہ ذکر نہیں کیا۔

اور اس سے ایک جماعت محدثین نے روایت لی ہے جن میں سے حافظ ابوالشیخ ابن حبان الاصہبانی بھی ہے۔

زیادہ سے زیادہ اس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مستور ہے لہذا یہ ابن حبان کی شرط پر ہے لیکن میں نے ان کا تذکرہ انکی کتاب اشقات میں نہیں پایا۔

اور اس طرح کے راوی کی روایت جمہور محدثین قبول کرتے ہیں جب تک کہ اس کے مخالف کوئی نہ ہو جیسا کہ امام ذہبی نے مالک بن النخیر النیابی کے ترجمہ میں اس بات کی صراحت کی ہے۔ انہوں نے زیاد بن مالک کے ترجمہ میں فرمایا۔

شیخ مستور ما وثق وضعف  
یہ شیخ مستور ہے نہ اس کی توثیق  
کی گئی ہے اور نہ ہی تضعیف  
(المیزان ۲/۹۳) لہذا یہ جائز الحدیث ہے۔

اور ربیع بن زیاد الحمدانی کے ترجمہ میں فرمایا۔

ما راویت لا حد فیہ  
میں نے کسی ایک کو بھی اس  
تضعیفاً نہ دجا جز الحدیث  
کی تضعیف کرتے نہیں دیکھا لہذا  
(المیزان ۲/۴۰) یہ جائز الحدیث ہے

اور ربیع بن زیاد الحمدانی کے ترجمہ میں فرمایا۔

ما راویت لا حد فیہ تضعیفاً  
میں نے کسی ایک کو بھی اس

ظہور جائز الحدیث      تضعیف کرتے نہیں دیکھا لہذا  
(المیزان ۲/۴۰۴)      یہ جائز الحدیث ہے۔

اور امام زرکشی نے وسعت سے کام لیتے ہوئے (المعتبر فی تخریج احادیث المنہاج والمختصر: ۶۹) میں اس قسم کے راوی میں کہا:  
راوی کی جمالت اس میں قدر کا سبب نہیں بنتی جب کہ اس سے روایت کرنے والا ثقہ ہو پس ثقہ کی اس سے روایت اس کی تعدیل شمار ہوگی۔  
حاصل کلام یہ کہ ایسی قسم کی حدیث تو جب تک اس کے مخالف کوئی روایت نہ پائی جائے اور نہ ہی اس کا متن منکر ہو تو وہ روایت مقبول ہوگی اور یہاں نہ تو اس کی مخالفت روایت پائی گئی اور نہ ہی اس کے متن میں بکارت ہے پس یہ حدیث اس سند کے ساتھ مقبول ہے۔

شیخ حافظ احمد بن الصدیق الغماری نے (المدادی لعل المنادی: ۱/۲۴۴) میں فرمایا کہ اس کی سند تطیف ہے اور ابن تیمیہ نے (الرد علی الاخوان: ۱۳۴) میں مراجعت کی کہ یہ صحیح المعنی ہے۔ لیکن اس کی سند میں کلام کیا اور اس حدیث کی اعمش سے ایک اور سند ہے۔

اس کو حقیقی (الضعفاء: ۴/۱۳۷)

بیہقی نے (حیۃ الانبیاء: ۱۵۱)

بیہقی (شعب الایمان: ۲/۲۱۸)

خلیب نے (تاریخ بغداد: ۳۱/۲۹۱-۲۹۲)

(اس کے مخالف صحیح روایت موجود ہے جس کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں سند صحیح سے نقل کیا ہے تفصیل العقیدہ الصیغہ فی شرح حیاة الانبیاء میں ملاحظہ فرمائیں۔)

ابن جوزی نے (الموضوعات ۱/۳۰۳) وغیرہم نے روایت کیا۔  
یہ اس طریق میں محمد بن مرداس السدی عن الاعمش عن ابی صالح عن  
ابی جریرہ مرفوعا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سند میں محمد بن مروان السدی متروک الحدیث  
اور کذاب ہے۔

امام عقیلی نے (لغفائر) میں کہا۔ کہ اس حدیث کی اعمش سے کوئی اصل  
نہیں اور نہ یہ محفوظ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی متابعت ہے مگر وہ اس  
سے بھی گئی گوری ہے۔

ابن کثیر نے (تفسیر القرآن ۶/۴۶۶) میں کہا  
اس کی سند میں نظر ہے اس میں محمد بن مروان السدی الضعیف  
متروک ہے اور متروک ہے۔

ابن کثیر نے جو یہ کہا تو یہ صرف اس سند کے بارے میں کہا ہے  
پس ابن جوزی اور ان کے متبعین اس کو مومنوع کہا ہے تو وہ بھی  
صرف اسی سند کے بارے میں کہا ہے پس وہ سند جس کو امام ابوالشیخ  
نے (کتاب الثواب) میں روایت کیا وہ حید الاسناد ہے جیسا کہ حافظ  
ابن حجر نے صراحت کی ہے۔

اور ابن تیمیہ کا اس بارے میں قول مختلف ہے اس نے (فتاویٰ  
۲۷/۳۴۱) میں اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا لیکن ایک اپنے  
رسالہ جو کہ زیارت کے متعلق ہے (صغیر۱) میں کہا کہ اس کی سند کمزور  
ہے۔

اور (الرد علی الاخوان فی) (۱۳۴) میں کہا۔

اگرچہ اس کا معنی صمیم ہے اس کی سند ایسی ہے کہ جس سے احتجاج درست نہیں ہے۔ اور توفیر در ہے کہ اس پر وضع کا حکم صرف اس سند پر ہے جس میں السدی الصغیر ہے اور تعجب در تعجب ابن عبد الہادی پر ہے کہ وہ تشدد کی حدیں توڑ گیا ہے۔ اس نے (الصارم) میں کہا کہ اس روایت کو بعض نے ابو معاویہ عن الاعمش کے طریق سے روایت کیا ہے اور یہ خطا فاحش ہے کیونکہ اس میں محمد بن مروان السدی متفرد ہے اور وہ مترک الحدیث ہے اور منہم بالکذب ہے اور تعجب کی وجہ یہ ہے کہ ابن عبد الہادی نے محمد بن مروان کی روایت کو محفوظ سمجھا وہ جیسی بھی ہے وہ ابوالشیخ کی سند پر واقف ہوا یا کہ نہیں! وہ کوئی ایسی بات نہیں لایا کہ جس سے اس کا دعویٰ قائم رہ سکے اور نہ ہی وہ اس دعویٰ کی بنیاد مضبوط رکھ سکا۔

اور محمد بن مروان السدی اس میں متفرد بھی نہیں ہے جیسا کہ عقلی کا کلام اس طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور جیسا کہ ابوالشیخ الاصبہانی کی روایت سے معلوم ہوا ہے لیکن ابن عبد الہادی اپنے شیخ ابن تیمیہ کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا۔

حاصل کلام یہ کہ اس حدیث کی سند جتید ہے۔ اور جس نے اس پر وضع کا حکم لگایا تو یہ ابوالشیخ کی روایت پر واقف نہ ہونے کی بنا پر لگایا ہے۔

## سولہوی حدیث

مَا مِنْ أَحَدٍ يَسْتَوِي عَلَى كُوفِيٍّ يَحْبِبُ مُجْهَدٍ بِرُؤُوسِهِ



رَدَّ اللَّهُ عَلَى دُوحَى حَتَّى  
أَرَدَّ عَلَيْهِ

پر پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری دُوحِ  
کو میری طرف لوٹا دیتا ہے حتیٰ کہ  
میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

## تخریج حدیث:

۵۲۴/۲	امام احمد	مسند
۲۹۳/۲	ابوداؤد	سنن
۲۴۵/۵	امام بیہقی	سنن الکبریٰ
'	'	حیۃ الانبیاء
۲۱۴/۲	'	شعب الایمان
۳۹۳/۲	امام ابو نعیم	اخبار الصبیحان

(مسند حدیث)

عن ابی صخر حمید بن زیاد عن یزید بن عبد اللہ ابن قسیط عن ابی ہریرۃ  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ۛ

ابو صخر حمید بن زیاد کے بارے امام احمد وابن معین فرماتے ہیں۔  
کہ اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں امام دارقطنی وابن حبان نے اس کی  
توثیق بیان کی۔  
امام یغوی فرماتے ہیں۔

اس حدیث کی مفید تحقیق کے لیے: العقیدۃ العیجہ ملاحظہ فرمائیں۔ مترجم۔



نسائی، ابن حبان اور ابن عبد البر نے اس کو ثقہ کہا ہے اور امام بن معین نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں پس یہ حدیث حسن الاسناد ہے۔

## مستدرکوں کی حدیث

عن محمد بن اسحاق عن سعید بن ابی سعید المقبری عن عطاء مولیٰ اُم حبیبۃ قال : سمعت ابا ہریرۃ یقول : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : لیہبطن علی بن مریم حکماء علا لہ واما ما مقط، و لیکن کن فجا حاجبا و معتبرا او عدیتہما ولیا یمین قبری حتی یسلم علی و لا ردن علیہ (مستدرک امام حاکم : ۵۹۵/۲)

امام حاکم نے فرمایا :- یہ حدیث صحیح الاسناد اور اس سیاق کے ساتھ اس کو امام بخاری و مسلم نے اس کو اپنی کتابوں میں نہیں لیا اور وہی نے اس کو قائم رکھا۔ اس حدیث کی اور وجہ (مسند) بھی ہے اور اس وجہ کو امام ابو زرہ رازی نے (العلل حدیث نمبر ۲۷۴) میں ترجیح دی اور یہاں محمد بن اسحاق کے سماع کی عدم تصریح نقصان دہ نہیں ہے۔

## اٹھارویں حدیث

لا تشد المرحال الا الی ثلاثة صاحید : المسجد الحرام  
و المسجد الاقصی، مسجدی هذا

نہ کجاوے کو سوائے تین مساجد کے مسجد حرام - مسجد اقصیٰ اور میری یہ

مسجد  
یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے متعدد طریق ہیں۔ اس کو روایت  
کرنے والے صحابہ کرام :-

حضرت ابوسعید الخدری . حضرت ابوہریرہ حضرت جابر بن عبد اللہ

حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص حضرت علی بن ابی طالب

حضرت ابو الجعد الغمیری حضرت مقدام بن حدادی کرب حضرت ابو امامہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم

حضرت ابوسعید الخدری سے روایت

امام بخاری ۶۳/۳ (مسلم ۹۷۶/۲) ترمذی ۱۲۸/۲، اور کہا حسن صحیح ہے

ابن ماجہ ۴۵۲/۱ - احمد ۳۴۲/۳، ۴۵، ۵۱ - ابویعلیٰ ۳۳۸/۲، حمیدی ۳۳۰/۲

ابن ابی شیبہ ۲۷۴/۲ ابن حبان ۳/۱ - مشکل الآثار ۲۴۱۰/۲ بیہقی السنن الکبریٰ

۸۲/۱۰ - ابوالشیخ فی طبقات المحدثین باصبہان ۲۲۱/۲ ابولعیم فی ذکر اخبار اصحابان

۸۵/۱ - الطبرانی فی المعجم الاوسط ۱۰۳/۳ - خطیب فی تاریخ بغداد ۱۱/۱۹۵ الواسطی

فی فضائل بیت المقدس ۶ - والبعوی شرح السنۃ ۳۳۶/۲ - وغیرہم نے عن

قرنۃ بن یحیی عن ابی سعید الخدری یہ مرفوعاً -

امام بخاری وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں :

لا تقرا امرأة مسيرة يومين كوفي عورت سوائے اپنے غاوند یا غم

الادوم معها زوجها ودمعہ کے دو دن کا سفر نہ کرے اور دو روز

ولا صوم في يومين ، کے یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے

الفطر والاضحیٰ ، ولا روتہ نہ رکھے اور صوم کے بعد سوزج نہ

صلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس

ولا بعد العصر حتى تغرب

ولا تشد الرحال

الا الى ثلاثة مساجد

مسجد الحرام ومسجد

الأقصى ومسجدی

تک اور عصر کے بعد سورج غروب

ہونے تک نماز نہ پڑھے اور تین مساجد

مسجد حرم، مسجد اقصیٰ اور میری اس

مسجد کے سوا کسی طرف نہ

کسے۔

هذا:

اس حدیث حضرت ابو سعید الخدری کا دوسرا طریق بھی ہے جس کو

امام احمد نے مستند ۳/۵۳) اور ابن الجوزی نے فضائل القدس ۱۹۶

میں بحالہ بن سعید عن ابی الوداع عن ابی سعید الخدری سے مرفوعاً بیان

کیا ہے!

اور تیسرا طریق جس کو امام طبرانی نے (المعجم الاوسط ۲/۲۴۱) میں

عطیہ العوفی عن ابی سعید الخدری سے روایت کیا۔

اور چوتھا طریق اس کو امام عبد بن حمید نے (المختار من المستدرک

۹۲۹ ص ۱۸۰) اور تمام نے اپنے قواعد (الروضة الباسم ۱/۳۰۰) میں

ابو یارون عمارہ بن جبرین العبدی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت

کیا۔

عمارہ بن جبرین شدید ضعیف ہے حافظ ابن حجر نے اس کے بارے

التقریب میں کہا۔ ممتروک۔

اور ان میں سے بعض طرق کو امام ابویعلیٰ۔ الموصلی نے (مسند ابی یعلیٰ

۳۷۲/۲) میں بیان فرمایا۔

اور پانچویں طریق اس کو امام احمد نے (مسند: ۳/۷۱) میں عکرمہ  
مری زیاد عن ابی سعید الخدری سے مروی بیان کیا۔

اور چھٹا طریق اس کو احمد نے روایت کیا (مسند: ۳/۶۴-۶۳) میں اور ابو یعلیٰ  
نے اپنی (مسند: ۲/۳۸۹) میں اس سند کے ساتھ لیث و عبد الحمید بن  
بھرم عن شہر بن حوشب نے کہا، میں اور دیگر آدمی عمرہ پر گئے پس ہم  
ابو سعید الخدری کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ  
ہے؟ میں نے کہا۔ طور کا آپ نے فرمایا۔ طور کیا ہے؟ میں نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا آپ نے فرمایا۔ کوئی مسافر کسی مسجد کی طرف  
اللہ کا ذکر کرنے کے لیے سامان سفر نہ باندھے سوائے تین مساجد کے  
مسجد حرام و مسجد اقصیٰ اور مسجد مدینہ (الحديث) اس میں شہر بن حوشب  
نے یہ زیارت نقل کی۔ کسی مسجد میں ذکر کرنے کے لیے اور اس میں  
نماز پڑھنے کے لیے۔

اس زیادۃ کے قبول و رد میں فقہاء و محدثین میں کافی کلام ہے  
جن محدثین نے قبول کیا ہے ان میں سے حافظ ابن حجر نے (الفتح: ۶۵۴)  
میں کہا۔

اور اس چیز کے موید وہ روایت ہے جس کو امام احمد نے شہر بن  
حوشب سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری سے سنا  
اور میں نے ان کے پاس مسجد طور میں نماز پڑھتے کا ذکر کیا تو آپ  
نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَنْبَغِي لِلْمَسْجِدِ أَنْ يَشَدَّ  
مَحَالَهُ إِلَى مَسْجِدٍ تَبْتَغِي  
فِيهِ الصَّلَاةَ غَيْرَ مَسْجِدٍ  
کسی نمازی کے لیے یہ مناسب  
نہیں کہ وہ سامان سفر باندھے  
تاکہ اس میں نماز پڑھے سوائے

الحرام والمسجد الاقصیٰ مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور

ومسجیدی۔ اور میری مسجد کے۔

اور شہر بن حوشب، حسن الحدیث ہے اگرچہ اس میں کچھ منعت ہے پس یہ قول اس فن کے شیخ کا ہے جس کا علم بے مثال ہے پس اسے آنکھوں والے اس میں غور و فکر کر کہ اس نے شہر بن حوشب کی حدیث پر اور حدیث کی شرح کی مراد پر کیسے اعتماد کیا ہے!

ان الفاظ کے ساتھ شہر بن حوشب کا متفرد ہونا ان کو ساقط اور رد نہیں کیا جائے گا۔ پس یہ شخص حسن الحدیث ہے جیسا کہ حافظ نے بیان فرمایا اور کئی حفاظ حدیث نے اس کی روایت کو قبول کیا ہے!

حافظ ابن صلاح نے صیانة صحیح مسلم کے ص ۱۲۲ پر اسی طرف میلان کا اظہار کیا ہے حافظ ذہبی نے سیر النبلاء (۳۸/۲) میں کہا اس کے ساتھ احتجاج کو ترجیح ہے، ذہبی نے "الجزء فی من تکلم فیہ وہو موثق متل میں بھی ان پر جرح نہیں کی اگر زیادہ شدت بھی اختیار کی جائے جن الفاظ کے ساتھ شہر بن حوشب متفرد ہیں تو یہ کبار علماء تابعین میں سے کسی سے حدیث کی کفیر اور روایت بالمعنی ہے۔

اہم نوٹ:-

البانی نے شہر بن حوشب کے ان متفرد الفاظ کو بالکل ساقط قرار دیتے ہوئے (ارواء ۳/۲۳۰) میں کہا، حوشب کے الفاظ "الی مسجد" حدیث میں ایسا اضافہ ہے جس کی ابوسعید اور دیگر راویوں سے مروی حدیث میں کوئی اصل نہیں یہ اضافہ منکر بلکہ باطل ہے اور اس کا سبب یا تو شہر ہے وہ صاحب مؤلف ہے یا عبد الحمید ابن ہرام ہے کیونکہ اس میں کلام ہے میرے نزدیک یہی مختص ہے، اسے حدیث نے شہر سے اس اضافہ کے بغیر روایت

کیا ہے۔

میں کہتا ہوں البانی کا کلام محل نظر ہے۔

۱۔ شہر کے تفرد یا اضافہ کو یہ کہنا اس کی اصل نہیں دھست نہیں اور اس پر بطلان کا اطلاق کرنا اور اس کا سبب شہر کو قرار دینا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ شہر نے امام مالک، شعبہ، سفیان وغیرہ کی کبھی مخالفت نہیں کی اور جس میں کی انکے ان وہ قطعی ہے پھر آدمی کی حدیث سے یا تو احتیاج کیا جاتا ہے یا تائید حاصل کی جاتی ہے تو اسے کبھی بھی افت قرار نہیں دیا جاسکتا۔

علاوہ ازیں شہر کے اس تفرد کو تمام فقہاء و محدثین نے قبول کیا ہے۔

۲۔ ہاں عبد الحمید بن بہرام میں کلام ہے لیکن اس کا شہر بن حوشب سے حدیث بیان کرنا مقبول ہے جیسا کہ اس پر متعدد حفاظ حدیث نے تصریح کی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں شہر سے اس کی احادیث مقارب ہیں، امام ابن ابی حاتم اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ عبد الحمید، شہر کے حوالے سے اسی طرح ہے جیسے لیث، سعید، یحییٰ سے ہے میں نے کہا آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ فرمایا ان کی شہر سے صحاح احادیث میں کوئی عرج نہیں، شہر سے مروی احادیث سے حسن میرے علم میں نہیں، شیخ احمد بن صالح ہمدانی کہتے ہیں عبد الحمید بن بہرام ثقہ ہیں مجھے ان کی وہ احادیث پسند ہیں جو صحاح شہر سے ہیں۔

مذکورہ گفتگو کی بنا پر اقل ناقد کے لیے ایسی حدیث کو ضعیف قرار دینا درست نہیں جو شہر بن حوشب سے عبد الحمید بن بہرام نے روایت کی، جو ایسا کرے گا اس کا سبب قلب مطالعہ محقق تعصب ہوگا۔

۲۔ البانی کا کہنا اسے لیث نے شہر سے یقیناً بغیر اضافہ کے روایت کیا۔ میں کہتا ہوں مذکورہ اضافہ لیث نے شہر بن حوشب سے مسند ابولیلی۔



(۲۸۹/۲) میں سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے، تو البانی کو یقین کے بجائے احتمال کہتا چاہیے تھا، اہل علم و سمجھ کے لئے اس قدر گفتگو ہی کافی ہے۔

### حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی تخریج :-

بخاری (الفتح ۲/۶۳) مسلم (۱۰۱۴/۲)

عبد الرزاق ۱۳۲/۵ مسند حمیدی ۲۲۱/۲

مسند امام احمد ۲۳۸۱۲۳۴/۲ و ۵۰- سنن الدارمی ۲۴۲/۱

ابوداؤد ۵۲۸/۲ نسائی ۳۷/۲

ابن ماجہ ۴۵۲/۱ مسند ابویعلیٰ ۲۸۳/۹

السنن الکبریٰ لمبہقی ۲۴۴/۵ خطیب فی تاریخ بغداد ۲۲۲/۹

الشرح السنۃ للبخاری ۳۳۷/۲

ان تمام نے منفرد طرق سے اس کو حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی۔

ابو طبرانی نے (المعجم الاوسط ۲/۱۱۱) میں حضرت ابو ہریرہ سے ایک

منکر حدیث خثیم بن سرفان عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سلمان سفرۃ باندھا جائے مگر

تین مساجد کیلئے مسجد خیف و

مسجد حرام و میری یہ مسجد۔

لا تشد الرجال الا لای

ثلاثة مساجد مسجد

الخیف و مسجد الحرام

و مسجدی ہذا۔

امام طبرانی نے فرمایا: مسجد خیف کا ذکر سوائے اس حدیث کے کسی اور حدیث میں نہیں آیا۔

میں کہتا ہوں۔ اس میں ضعف و انقطاع ہے!

امام بخاری نے (التاریخ الکبیر ۲/۲۱۰) کہا  
مسجد خیف کا کوئی متابع نہیں ہے اور خیشم کا ابوہریرہ سے سماع معروف نہیں ہے۔

خیشم بن مروان کا ذکر ابن الجارود نے ضعف میں کیا ہے عقلی نے کہا۔ اس حدیث پر اس کا متابع کوئی نہیں ہے اور یہ اس حدیث کے بغیر نہیں پہچانا گیا۔ ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ یہ الفاظ مسجد الخیف۔ منکر ہیں اور ان کے ساتھ خیشم متفرق ہے اور وہ ضعیف ہے اور اس نے ابوہریرہ سے نہیں سنا۔

### حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی تخریج کی۔

مسند امام احمد: ۳/۳۵۰

السنن الکبریٰ للنسائی (تحفة الاحوزی: ۲/۳۴۱) عبد بن حمید (المنتخب

ص ۱۹۷ رقم ۱۹۷)

مسند ابی یعلیٰ: ۲/۱۸۲-۱۸۳) صحیح ابن حبان: ۴/۴۹۵

المجم الاوسط للطبرانی ۱/۳۱۵ المحضی تاریخ علماء مصر: ۱

قاسم بن قطلوبغا (عوالی الیث ۳۵)

ان تمام نے اس سند سے اس کو روایت کی۔

عن الیث بن سعد عن ابی الذبیر عن جابر بن عبد اللہ -

امام طبرانی "المعجم الاوسط" میں کہا اس حدیث کو لیث سے علاء بن موسیٰ کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی -

امام طبرانی کے اس - قول - میں نظر ہے -

کیونکہ سند میں علاء بن موسیٰ کی متابعت کی یونس بن محمد المؤدب اور قتیبہ بن سعید نے اس کی متابعت السنن الکبریٰ میں کی اور عیسیٰ بن یونس نے صحیح ابن حبان میں اور احمد بن یونس نے "المنتخب من مسند عبد بن حمید میں اور المحضری نے تاریخ مصر اور کامل المجہدی نے مسند ابی ابی لیلیٰ میں متابعت کی -

پس اس کی سند صحیح ہے چاہے علاء بن موسیٰ اس میں متفرد ہو یا اس کے متابع ہوں -

اور لیث بن سعد بھی ابوالذبیر سے متفرد نہیں ہے -

میرے علم کے مطابق اس کے دو متابع ہیں -

پہلی متابعت ابن لہیعہ - اس متابعت کو امام احمد نے (مسند ۴/۲۲۶) میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا -

ثنا حسن، ثنا ابی لہیعہ - ثنا ابوالذبیر عن جابر قال: قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: خیر ما رکبت الیہ الراو حل مسجد ابراہیم علیہ السلام و مسجدی

سب سے بہتر کہ سوار کے لیے کجاوے کے وہ مسجد ابراہیم علیہ السلام اور

میری مسجد ہے !

حسن وہ ابن موسیٰ، الاشیب ہے یہ ثقہ ہے اور محدثین کی جماعت نے اس سے احتجاج کیا ہے !

اور عبد اللہ بن لہیعۃ مدلس ہے اور کتابیں جل جانے کے بعد اس کو اختلاط ہو گیا تھا اور اس نے سماع کی صراحت کی ہے ! دوسری متابعت اس متابعت کو امام بزار نے (کشف الاستار من زوائد البزار ۲/۴۱) اور امام طحاوی نے (مشکل الآثار: ۱/۲۴۱) دونوں نے۔

عبد العزیز بن عبد اللہ الاویسی المدنی عن عبد الرحمن بن ابی الزناد عن موسیٰ بن عقبہ عن ابی الذبیر عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: خیر ما رکبت الیہ الراسل مسجد ابراہیم علیہ السلام مسجد محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بہتر کہ جس کی طرف سوار کجاوے کے وہ مسجد ابراہیم اور مسجد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

یہ سند صحیح ہے۔

عبد الرحمن بن ابی الزناد اس میں صرف غیر مدنیین سے روایت میں کام کیا گیا ہے۔ اور اس سے راوی مدنی ثقہ ہے۔

### حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

اس کو ابن حبان نے (الثقات ۸/۴۵۹) اور طبرانی نے (مسند الثائین) حدیث نمبر ۱۵۳۸) اور عقیلی نے (الاعتقاد ۳/۲۵۹) اور ضیاء المقدسی نے (فضائل بیت المقدس حدیث نمبر ۵) ان تمام نے متعدد طریقوں سے

عن علی بن یونس البلیخی العابد عن هشام بن الغافر  
عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
قال لا تشد المطایا الا انی ثلاثة مساجد مسجد  
الحرام ومسجد هذا والمسجد الاقصی -

مسافر سامان نہ باندھیں مگر تین مساجد کے لیے مسجد حرام اور یہ  
مسجد اور مسجد اقصی -

علی بن یونس البلیخی اس کو امام عقیلی نے (الغنیۃ : ۳ / ۲۵۶) ذکر  
کرتے ہوئے کہا -

لا یتابع علی حدیث - اس کے حدیث پر کوئی متابع نہیں ہے

ابن ابی حاتم نے اس بارے میں سکوت کیا اور ابن حبان نے اس کو ثقہ  
کہا اس سے ایک جماعت نے روایت لی ہے -  
اس کا ایک طریق ہے جو ان الفاظ سے ہے -

لا تشد الرحال الا الی

ثلاثة مساجد : مسجد

الحرام ، مسجد المدینة

ومسجد بیت المقدس -

آپس طبرانی کا شیخ احمد بن محمد بن رشد بن اس میں کلام مشہور اور بعض  
نے مبالغہ کیا اور اسے کذاب کہا ہے ! لیکن یہ حدیث حضرت عبداللہ بن  
عمر سے موقوف بھی آتی ہے اور اس کی سند مرفوع کے دونوں طریقوں  
سے تظہیر ہے ! اس کو امام بخاری نے (التاریخ الکبیر : ۴ / ۲۰۴) اور

عبدالرزاق نے (المصنف: ۵: ۱۳۵) ابن ابی شیبہ (مصنف: ۲: ۳۷۳/۳۷۴)  
عمر بن شیبہ نے اخبار المدینہ (کافی العارم النکلی ص ۴۲۲)

سفيان بن عيينة عن عمرو بن  
طلق بن حبيب عن قزعة  
قال: سألت ابن عمواة  
الطور؟ قال: دع الطور  
فلا تهاذ قال: لا تشدوا  
الرجال الا الى ثلاثة مساجد  
قزعة سے روایت ہے کہ  
میں نے حضرت ابن عمر سے  
پوچھا۔ طور اؤں فرمایا طور کو چھوڑ  
اور وہاں نہ جا اور فرمایا کہ نہ کجاو  
کسو مگر تین مساجد کی طرف

یہ سند صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے۔

اور اس کا متابع۔ ورقابن عمر سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار ہے۔

اس متابعت کو بیہقی نے (شعب الایمان ۱۰۶/۸) میں بیان کیا ہے!  
اور اسی طرح اس کا تابع ابن جریر کہ ہے: اس متابعت کو فاکھی نے  
اخبار مکہ (۹۴/۲) اور عبدالرزاق نے (المصنف: ۵: ۱۳۱)

ابن عیینہ کے ثقات اور حفاظ اصحاب کی مخالفت احمد بن محمد لازرقی  
نے کی اس نے ابن عمر سے مرفوعاً بیان کیا ہے جیسا کہ اس کے حنفیہ  
ذہب کے (اخبار مکہ ۶۳-۶۵) میں ہے۔

پس لازرقی کی روایت تمام ثقات کی مخالفت کی وجہ سے شاذ ہے!  
لہذا اس شاذ روایت کی البانی کی طرف سے (احکام الجنائز ۲۸۷)  
میں تصحیح واضح طور پر غلطی اور خطا ہے۔

## حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایت

اس روایت کو ابن ماجہ ۵۲/۱م - مشکل الآثار للطحاوی : ۱/۲۴۲ مسند

الشمین للطبرانی : ۲/۳۰۶

اخبار مکہ لمفاکمی : ۲/۹۹ تاریخ للیعقوب بن سفیان القسوی ۲/۲۹۵

وغیرہم تمام تھے اس سند سے روایت کی۔ یزید بن ابی مریم عن قزعة بن یحیی عن عبداللہ بن عمرو بن مرفوعاً۔

اور یہ سند صحیح ہے۔

ابن ماجہ طحاوی اور طبرانی (مسند الشامیین) میں عبداللہ بن عمرو کی حضرت ابوسعید الخدری کے ساتھ ملی ہوئی روایت کی۔

## حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی روایت

اس کو طبرانی اوسط (۸/۸-۲/۲۱) میں اور (صغیر ۱/۱۴۳) میں اور

ضیاء المقدسی نے (فضائل بیت المقدس) (حدیث نمبر ۶) میں بیان کیا۔ امام طبرانی نے، المعجم الصغیر میں کہا۔

حدثنا سلمہ بن ابیہیم بن اسماعیل بن یحییٰ بن سلمہ بن کھیل المحضی الکوفی، حدثنی ابی عن ابیہ عن جدہ سلمہ بن

کھیل المحضی عن حجیة بن عدی عن علی بن مرفوعاً۔ امام طبرانی نے کہا : اس کو سلمہ سے اس کے بیٹے یحییٰ کے سوا کسی

نے روایت نہیں کیا اور اس سے اس کا بیٹا متفرد ہے اور اس غرابت (دلت) کی طرف الضیاء المقدسی نے اشارہ فرمایا ہے۔

لہذا یہ سند سخت ضعیف ہے۔ پس ابراہیم بن اسماعیل بن یحییٰ بن سلمہ ضعیف ہے اور اس کا باب اور دادا متردک ہیں !  
 اور امام بیہقی نے (المجمع الزوائد: ۴/۴۳۳) میں صرف پہلی علت بیان کرنے پر ہی اکتفاء و اختصار کیا ہے اور کہا اس کو طبرانی نے صغیر اور الاوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ابراہیم بن اسماعیل بن یحییٰ الکھلی ہے اور وہ ضعیف ہے !

اور اس حدیث کا متن وہی معروف متن ہے جو حضرت ابوسعید الخدری کا حدیث شریف کا ہے !

## حضرت ابوالجعد الضمیری کی روایت

اس کو روایت کیا۔

بزار نے (کشف الاستار: ۴/۴۳۳) مشکل الآثار للطحاوی: ۱/۴۴۴ المعجم الکبیر (الطبرانی: ۲۲/۳۶۶)

فضائل بیت المقدس للضیاء المقدسی (میرہ)

تمام نے عن سعید بن عمرو، ثنا عبثو، عن محمد بن عمرو عن عبیدہ بن سفیان، عن ابی الجعد الضمیری کی سند سے مرفوعاً بیان کی۔

اس کے رجال صحیح کے رجال ہے۔

امام بیہقی نے (المجمع الزوائد: ۴/۴۳۳) میں فرمایا۔

اس کو امام طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں روایت کیا اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور اس کو بزار نے بھی روایت کیا ہے۔



## حضرت واثلہ بن الاسقع کی روایت

اس کو روایت کیا۔

الغیاء المقدسی نے (فضائل بیت المقدس نمبر ۹) میں  
ایوب بن مدرک المحدثی عن مکحول عن واثلہ بن الاسقع کی سند  
سے بیان کیا ہے

امام المقدسی نے فرمایا: میں نہیں جانتا کہ میں نے واثلہ سے اس ایوب  
بن مدرک کی وجہ سے علاوہ کسی اور وجہ سے روایت لکھی ہو۔ اور یہ الیاء راوی  
ہے کہ اس میں کلام کیا گیا ہے۔ (انتہی)

ایوب بن مدرک کے بارے میں معین نے فرمایا۔

لیس بستی۔ یہ کچھ بھی نہیں (ضعیف) ہے

اور ایک مرتبہ فرمایا

کذاب: یہ کذاب ہے اور امام نسائی اور ابوعاتم نے کہا۔ متروک ہے

ایوب بن مدرک کے ضعف کے ساتھ ساتھ اس سند میں انقطاع بھی  
ہے کیونکہ ایوب بن مدرک مکحول سے مرسل روایت کرتا ہے۔

(التاریخ الکبیر ۱/۴۲۳)

## حضرت مقدم بن معدی کرب اور حضرت ابوامامہ کی روایت

اس کو امام ابو نعیم الاصبہانی نے (المحلیۃ: ۹/۳۰۸) میں

حدثنا سلیمان، ثنا موسیٰ، ثنا محمد بن المبارک، ثنا اسماعیل بن عیاش،

عن زید بن زرعۃ عن شریح بن عبید عن المقدم بن معد کرب والی امامۃ

کی سند سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

پس اس میں منفع اور انقطاع ہے۔

منفع تو موسیٰ بن یحییٰ بن المنذر کی وجہ سے ہے حلیۃ الاولیاء میں  
محمد بن المبارک الحمصی کے ترجمہ میں لیے ہی واقع ہے۔

موسیٰ بن عیسیٰ کے بارے میں حافظ ابن حجر نے (لسان: ۶/۱۲۶-۱۲۷) کہا۔

اس سے روایت کی طبرانی نے اور یہ امام طبرانی کے قدیم شیوخ میں  
سے ہے اس سے امام طبرانی سنہ ۲۸۰ھ سے پہلے سنا ہے۔ نسائی نے  
اس کو لکھا اور کہا۔ حمصی سے میں روایت نہیں کرتا وہ کچھ عجیب نہیں ہے۔ انتھی  
میں (مصنف) کہتا ہوں۔ المعجم الصغير میں اس سے سنہ ۲۷۸ھ میں سماع  
واقع ہے۔

اور اس سند میں انقطاع ہے کیونکہ شرح نے ابو امامہ اور المقدم کو  
نہیں پایا۔

ابن ابی حاتم نے کہا۔ میں نے اپنے باپ سے سنا وہ کہتے تھے۔  
شرح بن عبید الحضری نے ابو امامہ کو نہیں پایا اور نہ ہی عمارت بن الحارث  
اور المقدم کو پایا ہے: (المراسل: ۹۰)

## حضرت عمر فاروق کی روایت

اس کو سبزار نے مسند البزار، البحر الذخائر: ۲/۳۹۱-۳۹۲ میں اس  
طرح روایت کیا۔

قال: حدثنا يحيى بن محمد بن السكن قال: ناخبا بن هلال  
واملاہ علينا من كتابه عن همام عن قتاده عن ابي العالیة

عن ابن عباس عن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال :

لا تشد الرجال الا الى  
ثلاثة مساجد مسجد حرام  
ومسجدی هذا ومسجد  
ان تین مساجد کی طرف مسجد  
حرام یہ میری مسجد اور مسجد  
اقصی ۔

امام بزار نے فرمایا ۔

ہم نہیں جانتے کہ حضرت عمر سے یہ روایت کسی اور سند سے بھی  
مردی ہے ۔ اور یہ خطا ہے یہ جان کی کارستانی ہے کیونکہ اس  
حدیث کو ہمام وغیرہ نے قتادہ عن قزعة عن ابی سعید کی سند سے بیان  
کیا ہے ۔

امام بیہقی نے (المجمع الزوائد ۴/۴۷) میں فرمایا ۔

اس کو بزار نے روایت کیا اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں  
مگر بزار نے کہا : اس میں جان بھلا ل نے خطا کی ہے ۔  
اور حبان بن ہلال ۔

ثقة اور ثبت ہے اس کی ثقاہت پر اتفاق ہے لیکن اس حدیث  
میں ہمام کے شاگردوں نے اس کی مخالفت کی ہے ۔ اس نے اس کو  
مسند حضرت عمر فاروق میں بیان کیا ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ مسند ابی  
سعید الخدری سے ہے اور اس طریق سے قتادہ کے شاگردوں نے کئی  
سند میں روایت کی ہیں ۔

المحمدی شریب العالمین

۲۸ رمضان المبارک رات ۱۲ بجے بحالت اعتکاف ترجمہ ہوا

تَخْرِيجُ  
أَحَادِيثِ الزِّيَارَةِ

بِقَلَمِ  
مُحَمَّدٍ سَعِيدٍ مِمْدُوحٍ  
عَفَا اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ